امپیریل گزیٹو
آف انڈیا

سلسلۂ نصاباتِ تعلیم جامعۂ عثمانیہ

(بی۔ اے کے لئے)

امپیریل گزیٹیر آف انڈیا

جلد دوم

باب (۸) و باب (۹)

یعنی

(شمالی ہند، قرون وسطیٰ کی تاریخ اور جنوبی ہند کے ہندوؤں کا زمانہ)

مترجمہ

مولوی سیّد غلام ربّانی صاحب

(انجمن ترقی اردو۔ اورنگ آباد)

سنہ ۱۳۴۱ھ م سنہ ۱۳۳۲ف م سنہ ۱۹۲۳ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکارِ عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب گورنمنٹ آف انڈیا کی اجازت سے
طبع کی گئی ہے۔

فہرست مضامین

باب (۸)

شمالی ہند، قرون وسطیٰ کی تاریخ

ہندوؤں کا عہد، ۶۵۰ - ۱۲۰۰ء

(۳۰۳)

اس عہد کی عام خصوصیات

ہندوستان کی قدیم تاریخ بالکل دو ممیز قوموں یعنے قدیم باشندوں (جن کا بڑا حصہ دراوڑی لوگ تھے) اور آریاؤں کی آمیزش کی تاریخ ہے، عہد ویدمیں وہ ایک دوسرے کی سخت مخالف تھیں، اس کے بعد دوسرے عہد میں ان میں کسی قدر میل جول پیدا ہوا۔ اور چونکہ یہ اتحاد و آمیزش بودھ مذہب میں زیادہ نمایاں ہے اس لیئے اس کو بعض مورخ عہد بودھ کہتے ہیں تیسرا عہد وہ ہے جب کہ دونوں قومیں باہم شیر و شکر ہوگئیں اور قدیم ہندی عنصر آریائی تہذیب و تمدن میں ڈہل کر غالب ہوگیا یہ "جدید ہندو مت" (New Hinduism) کا زمانہ ہے جو ساتویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے، خاندان گپت نے اس انقلاب کا راستہ تیار کیا اور گورے ہنوں نے اُس کی فنا میں تیزی پیدا کردی، جب ہرش وردہن مرگیا تو چھوٹے راجاؤں کا کوئی سر دھرا نہ رہا اور شمالی ہند اختلاط یا بدنظمی کی حالت میں جا پڑا۔ جو تین سو برس (۶۵۰ - ۹۵۰ء) تک طاری رہی، دسویں صدی کے وسط میں بہت سی پائدار ریاستیں وجود میں آئیں اور یہ حالتِ عروج میں تھیں کہ اسلامی حملہ (۱۱۹۲ء) نے انھیں درہم برہم کردیا۔

معاصر تاریخ یورپ سے مماثلت

شمالی ہند کے اس عہد کی تاریخ یورپ کی متعہد تاریخ کے ساتھ ایک قریبی مماثلت رکھتی ہے، دونوں ملکوں پر غیر اقوام کی یورش سے ازمنۂ مظلمہ کا دور شروع ہوا۔ دونوں کو ایک ہی چیز سے سابقہ تھا یعنے ان کی آبادی کے مختلف عناصر آپس میں مخلوط ہو رہے تھے اور دسویں صدی میں دونوں جگہ ایک نئی سوسائٹی کی بنیاد نمودار ہوئی، علاوہ بریں دشمن بھی دونوں کے ایک ہی تھے، اسی زمانے میں کہ سرقیین (Saracens) سسلی اور اسپین پر مسلط ہوئے عربوں نے سندھ اور ملتان پر (۷۱۲ء) میں قبضہ کیا اور سلاجقہ کی دولت بائزن ٹائن کی سرحد پر اکونی ام (قونیہ) میں قائم ہونے سے کچھ ہی عرصہ پہلے محمود نے مغربی پنجاب کو سلطنت غزنی سے ملحق کر لیا لیکن باوجود اس مماثلت کے دونوں ملکوں میں اختلاف بھی بہت بڑا تھا، یورپ میں نظام جاگیری اور پوپ کی حکومت کا دور دورہ تھا، ہندوستان میں جدید ہندومت اور راجپوتوں کا زور تھا، بیرونی دشمنوں کے حملوں سے یورپ میں ایک معمولی بات تھی۔ مگر ہندوستان میں یہ ایک عجیب چیز معلوم ہوتی تھی چھٹی صدی قبل مسیح سے چھٹی صدی (۳۰۴) عیسوی تک ایرانی، مقدونوی، ہندی سیتھی، پارتھوی اور گورے ہنوں کا شمال ہند میں تانتا سا بندھ گیا تھا لیکن سات سے بارھویں صدی عیسوی تک ملک مقابلتاً بیرونی حملوں سے آزاد رہا اور عجیب واقعہ ہے کہ اس زمانے میں اس کی قسمت کی تکوین خود اس کے ہاتھ میں رہی ؛

تاریخ کے ماخذ

قرون وسطیٰ کی ابتدائی تین صدیوں کے حالات بہت کم ملتے ہیں اور مجبوراً ہمیں روایات پہ تکیہ کرنا پڑتا ہے سکّے اور کتبے جو صحیح معلومات کے خاص ذریعے ہیں دسویں صدی سے کثرت کے ساتھ ملتے ہیں، سکّے بہت ہی بے قاعدہ طور پہ پائے جاتے ہیں، الہ آباد کے مشرق میں تو وہ گویا عنقا ہیں، کتبات زیادہ تر مندروں سے حاصل کیے گئے ہیں یا تانبے کے

پتھروں سے جن پر عطیات اراضی درج تھے جن مقامات میں مسلمان مستقل طور سے آباد ہو گئے وہاں قدیم مندر تباہ کر دیئے گئے اور وہ راجپوتانہ سے باہر بہت کم دکھائی دیتے ہیں، عطیات کے پتھر زیادہ دور تک پھیلے ہوئے ہیں یہ ڈھائی سو کے قریب معلوم ہو چکے ہیں اور گجرات، راجپوتانہ، ریوا، مگدھ اور بنارس کی نواح میں بہت عام ہیں۔ ان ماخذوں کے علاوہ ہمارے پاس کشمیر کی ایک پاکیزہ و منظوم تاریخ "راج ترنگنی" موجود ہے جسے ۱۱۵۰ء میں کلہنا برہمن نے تصنیف کیا تھا، اور ایک تاریخ گجرات بھی ہے جو اس زمانے کے جین سادھو ہیم چندر کی تالیف ہے، پرتھی راج راسو کی ۶۹ جلدیں جن کو چاند شاعر سے منسوب کیا جاتا ہے اور جن میں چوہان خاندان کے آخری اور سب سے زبردست راجہ کا حال مذکور ہے کسی قدر بعد کی تصنیف ہے اگرچہ اس میں بہت سی قیمتی روایات موجود ہیں۔

۱- بدعملی (۶۵۰ - ۹۵۰ء)

مگدھ کا زوال اور اصلی باشندوں کا دوبارہ عروج

خاندان موریہ کے عہد میں اودھ اور بہار آریا شدہ اقوام سے آباد تھے اور مگدھ ہندی تہذیب کا مرکز تھا لیکن سلطنت مگدھ کی دولت اور طاقت تیسری صدی کے قبل سے زوال پذیر ہو گئی تھی، اور جبکہ گپت راجاؤں نے اپنے دارالسلطنت کو مغربی جانب دوآبہ اور مالوے کی طرف ہٹا لیا تو شرقی ہند کا بہت بڑا حصہ اصلی باشندوں کے قبضے میں چلا گیا اور ان کے اس دوبارہ غلبے سے ان اضلاع میں پھر قدیم جنگل وسیع ہو گیا، قدیم دارالحکومت برباد ہو گئی اور ہمالیہ سے بنارس کی نواح تک جنگل چھا گیا اودھ کے شمالی حصے میں بن تھا، گنگا کے جنوب میں بہار سے ریوا تک ایک اور عظیم الشان بن پھیل گیا اور شمالی دوآبہ اور تھانیسر کی نواح میں مشہور جنگل پیدا ہو گئے۔

مغرب میں آریاؤں کا زوال

آریائی عنصر مغرب میں بھی مغلوب ہو گیا ہندی

سیتھی قوم نے پشاور سے متھرا تک اپنی ایک سلطنت قائم کی اور پارتھوی گجرات اور سندھ کے زیرین حصے پر حکومت کرنے لگے، جب یہ غیر ملکی ملکیوں کے ساتھ مخلوط ہو رہے تھے تو گورے ہن وارد ہوئے اور انھوں نے ہر چیز کو پریشانی وابتری میں ڈال دیا، یسو دھرمن نے ان کو شکست دی اور اس کے جانشینوں نے کچھ عرصے تک ایک مشکوک سی سیادت قائم رکھی لیکن ہرش وردھن کی فتوحات قدیم راج کی آخری کوششیں تھیں اس طرح آریائی عنصر جو مشرق میں دب گیا تھا اور مغرب میں مغلوب ہو گیا تھا زیادہ تر دوآبہ اور مشرقی پنجاب میں محدود ہو گیا اور شمالی ہند کے صرف یہی وہ قطعے تھے جنھیں ابھی تک شیرازہ بندی اور گنجان آبادی موجود تھی۔ (۳۰۵

غیر آریا اقوام کی تہذیب خصائل

برسر اقتدار فرقے خواہ وہ ملکی ہوتے یا غیر ملکی اکثر کثیر التعداد ہوتے تھے اور ان کی آبادیاں ملک کے ایک وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی تھیں اور کچھ یہ بات نہ تھی کہ وہ مطلق مہذب و شائستہ نہ تھے، ان کے بے شمار قلعوں کے کھنڈر اس وقت تک موجود ہیں، وہ بے شمار چھوٹے چھوٹے فرقوں میں منقسم تھے۔ جو آپس میں مسلسل جنگ رکھتے تھے اور ان کے طور طریق اصلی آریا نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، وہ شجاع خوش باش لیکن کم فہم اور شرابی تھے۔ اور شاذ و نادر موقعوں پر جب کبھی وہ باہم متحد ہو جاتے تو بہت خوفناک بن جاتے تھے، وہ راجپوتوں کے حلیف و محافظ بھی تھے اور ان کے ہاتھوں سے پامال بھی ہوئے انھوں نے بار بار اسلامی لشکروں کو شکستیں دیں یا اور سولھویں صدی تک نہ وہ ان کے مطیع ہوئے اور نہ ان میں بالکل جذب ہو سکے لیکن وہ کوئی سیاسی اتحاد قائم نہیں کر سکتے تھے، صرف گوجروں نے جو سیتھی نسل کا ایک جہاں پان فرقہ تھا، پنجاب، وسط راجپوتانہ اور گجرات میں متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی بنیاد ڈالی۔ لیکن سوائے ایک ریاست کے ان میں کوئی بھی دسویں صدی کے بعد باقی نہیں رہی۔

جدید ہند ومت

ہندوؤں میں ان ملکی اور غیر ملکی گروہوں کا جذب و اتصال
جدید ہند ومت کی بدولت عمل میں آیا اور زیادہ تر ساتویں
اور گیارھویں صدی کے درمیان تکمیل کو پہنچا، اور تکمیل بھی ایسی ہوئی کہ اب ہم
تمام شمالی ہند میں ایک ہی قسم کی ہندو آبادی پاتے ہیں جو مذہب، شائستگی
اور خون میں تقریباً ایک ہے اور ادنیٰ فرقوں سے، جواب تک صرف
دامن تہذیب کے گرد چکر لگا رہے ہیں، بالکل جداگانہ ہے، اس عمل میں
تین چیزوں کا ہاتھ تھا یعنے سیاست، معاشرت اور مذہب:۔

مذہبی تحریک

مذہبی تحریک نے یا تو رائج اور غیر آریائی عقائد کو یا محض
آریائی عقائد کو اپنی جگہ دیدی:۔

(الف) آریائی قبائل کا ویدی مذہب پر ہمیشہ سے بلا اشتراک قبضہ رہا ہے
اور ویدوں کا علم کسی غیر شخص تک پہنچانا ایک گناہ تھا، دوسری طرف
قدیم الایام سے شو اور کرشن دونوں اوتار دراوڑی اقوام میں مقبول ہو چکے
تھے، ایک عمل سے جس کا اب ہم پورے طور پر پتہ نہیں لگا سکتے، شو نے
(جس کو یونانی ہرکلیز بتاتے ہیں گو ہمیشہ ایسا نہیں لکھتے) تمام بڑے بڑے قدیم ملکی
(۳۰۶) دیوتاؤں اور ان کے ساتھ ویدی دیوتا رودرا اور شیاطین طوفان کو بھی
اپنے آپ میں جذب کرلیا، کرشن غروب آفتاب کے سانولے دیوتا کو یونانی
ڈایونی سوس یا پان بتاتے ہیں اور وہ ڈایونی سوس کے مانند نہ صرف پاتال
کا دیوتا تھا بلکہ رقص، موسیقی، محبت اور تخلیق کا دیوتا بھی تھا، وہ برہمنوں کے
عقائد میں داخل ہونے کے بعد آریائی وشنو کے ساتھ ملا دیا گیا جو ایک
گمنام شمسی دیوتا تھا اور جس نے کرشن کے متعلق تمام وسیع "فطری روایات"
کو اپنے آپ میں جذب کرلیا اور کرشن کو صرف ایک مقبول ہیرو اور
محبت کے دیوتا کی حیثیت سے چھوڑ دیا، تمام قدیم اور ملک کے اصلی
دیوتاؤں نے شو اور وشنو کے بے شمار چھوٹے اوتار لے کر ان بڑے
دیوتاؤں کے سائے میں پناہ لی، اس طرح سے جدید ہند ومت نے شو
اور وشنو کی توحید کو ایک وسیع بت پرستی کے ساتھ متحد کرنے کی کوشش

کی اور ان شخصی دیوتاؤں نے ویدوں کے صوفیانہ مسئلہ ہمہ اوست کی جگہ حاصل کرلی ؛

(ب) ویدی مذہب قربانیوں کے ایک پیچیدہ نظام اور معرفت کی تعلیم میں ختم ہو گیا تھا اور ان دونوں پر برہمنوں کا قبضہ تھا، دوسرے عام مذاہب نے ان عقائد کی جگہ عبادت اور پرستش رکھی اور ساتویں صدی سے برہمنی قربانیاں متروک ہو گئیں لیکن اس سے برہمنوں کی حیثیت میں بھی ایک تبدیلی واقع ہو گئی۔ اس وقت تک وہ اپنی کرامات اور صوفیانہ خیالات یا علم حاضرات کے باعث واجب التعظیم سمجھے جاتے تھے اب چونکہ انھوں نے ادنیٰ طبقے کے دیوتاؤں کے پوجاری ہونے سے انکار کر دیا تھا اس لئے لوگ خود ان کو دیوتاؤں کی طرح قابل احترام ماننے لگے، جدید ہندو مت کا آخری کارنامہ یہ تھا کہ اس نے ایک وسیع اور عام فہم لٹریچر پیدا کیا جس میں ہر طبقے کے لوگوں کی تصانیف شامل تھیں، وہ نہ دائرۂ علما تک محدود تھا اور نہ ایک عالمانہ زبان کی تاریکی میں پوشیدہ تھا، مہابھارت اور رامائن کی جلیل القدر نظمیں جن میں بہت سے واقعات ایک مرکزی واقعے سے وابستہ ہیں اور مجموعۂ علوم کتب پُران، جو ڈراما نویس اور راویوں کے زبانی ترجموں کی بدولت مقبولیت حاصل کر چکی تھیں، جدید مذہب کی نصابی کتابیں قرار دی گئیں، زیارت اور جاتراؤں کی موثر رسوم اور بڑے بڑے دریاؤں خصوصاً گنگا اور جمنا کا اعتقاد بھی عوام کو اپنی طرف مائل کر رہا تھا ؛

قرون متوسط میں ذات پات کی ابتدا۔ جدید ہندو مت کا ارتقا بہ حیثیت مذہب کے زیادہ تر گپتوی دور نے پیدا کیا تھا لیکن یہ ملکی اور غیر ملکی مذہبی عناصر کا عروج تھا جس نے ویدی افسانیات (متھولوجی) اور قدیم نظام قربانی کا یکایک خاتمہ کر دیا، اس کے برخلاف وہ تغیر، جس نے ذات پات کی نوعیت پر اثر ڈالا، قرون وسطیٰ کا کام تھا، ذات کی تاریخ نہایت تاریکی میں ہے اور اس کا بڑا حصہ بہت کچھ متنازعہ فیہ ہے لیکن اس کا خاکہ حسب ذیل کھینچا جا سکتا ہے: آریائی

اور دراوڑی دونوں اقوام کے ابتدائی آئین و قوانین قبائلی تھے لیکن آریا اپنے کفو سے باہر شادی کرتے تھے حتیٰ کہ وہ اصلی باشندوں کی اسیر عورتوں سے بھی شادی کر لیتے تھے اور دراوڑی اپنے کفو میں شادی کرتے تھے اور اگرچہ وہ اپنے گاؤں سے باہر شادی کر لیتے تھے لیکن کرتے اپنے قبیلے ہی میں تھے، ذات قبیلے کے بندشوں کو توڑ دیتی ہے اور اس کے بانی آریا لوگ ہیں، چونکہ انھیں اپنے نسب و خاندان، اپنے رنگ روپ، اعلیٰ تہذیب و تمدن اور عالمان وید ہونے پر فخر تھا اس لیے انھوں نے اپنا لقب دوجنما رکھا، ملک کے اصلی باشندے جن کو انھوں نے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی تھی شودر کہلانے لگے، ان کے بعد وہ ناگفتہ بہ، وحشی قبائل کا درجہ تھا، جس فخر نے ان کو دوجنمی کے حقوق کا مدعی کر دیا تھا اس نے اہل سیف اور پیشوایان دین کے دو علیحدہ علیحدہ طبقات امرائیہ بھی پیدا کر دیئے، برہمن، کشتری، ویش اور شودروں کی یہ چہار گانہ ذاتیں ساتویں صدی تک نہ صرف صحیح و سالم بلکہ زیر عمل بھی رہیں، اس کے بعد ایک نئی تقسیم وجود میں آجاتی ہے، دوجنمی آریاؤں اور دراوڑی شودروں کے بجائے اب ایک گروہ پاک اور دوسرا ناپاک کہلانے لگا، خاندان، غذا اور پیشے کی پاکی نئی سوسائٹی کا معیار بنا دی گئی اور وہ معیار جس کے ذریعے سے اس نئی سوسائٹی کا اندازہ لگایا جاتا تھا سلطنت قنوج کا معیار تھا، قنوج کے برہمنوں کو راجہ گجرات، بنگال اور آوڑیسہ میں بلاتے تھے تاکہ وہ ان کی رعایا کی وحشیانہ رسوم کی اصلاح کریں، قنوج اور دوآبہ یعنے مشہور "درمیانی ملک" سے جسقدر ہم مشرق اور مغرب کی جانب بڑھتے ہیں اسی قدر ذاتوں کا درجہ گھٹتا جاتا ہے خواہ ان کو کسی نام سے پکارا جائے۔

(۳۰۷)

قبیلے سے ذات کی طرف رجوع

جس طریق عمل نے قبائل کی شاخوں کو اور زیادہ تقسیم کر دیا اُس کا عمل آج تک جاری ہے، ہندوستان کے اصلی باشندوں کے اعلیٰ طبقوں نے ہندوؤں کی اعلیٰ تہذیب و تمدن کی کشش اور سنیاسی برہمنوں یا معلمین خانہ بدوش کی تعلیم

کے سبب سے اپنے آپ کو ادنیٰ طبقوں سے جدا کر لیا اور ہندو معاشرت
کی تقلید کر کے ذات پات کا درجہ قائم کر لیا، برہمنوں نے ان کے لیئے
افسانوں کی بنیاد پر ایک شجرۂ نسب تیار کیا اور پھر وہ کسی نہ کسی ہندو فرقے
کا ایک جزو لاینفک سمجھے جانے لگے، یہ صورت بار بار وجود میں آئی یہانتک
کہ نہایت ہی ادنیٰ درجے کے لوگ باقی رہ گئے اور ان کی حالت
غلاموں کی سی بنا دی گئی، یہ تغیر راجاؤں کی زیر نگرانی عمل میں آیا جو برہمنوں کی
ہدایت پر چلتے تھے اور نہ صرف تفوق و عظمت بلکہ ذات پات کا سرچشمہ بھی
بن گئے تھے، لیکن اس تبدیلی سے یہ مطلب نہیں ہے کہ دراوڑی اقوام کی قدیم
رسم شادی (اندرون کفو) بالکل متروک ہو گئی ہو اس کا انحصار وقت اور
حالات پر موقوف تھا، آریوں کی قدیم غیر کفوی شادی کے جواز کی وجہ سے
لوگوں کو ہمیشہ اس بات کی اجازت تھی کہ وہ خاص خاص حالتوں میں کم درجے کی
عورتوں سے شادی کریں، اور جوں جوں نئی سوسائٹی کے اعلیٰ طبقوں میں آریائی
اثر غالب آتا گیا لوگوں میں غیر کفوی شادی کا رجحان بڑھتا گیا، تمام قرون وسطیٰ
میں غیر کفوی شادیوں کی آزادی ایک خاص حد تک پائی جاتی تھی۔
اور بعض مقامات میں یہ آج کل بھی موجود ہے، اسی طریق سے جو نئی سوسائٹی
پیدا ہوئی وہ تمام تر پیشوں کی بناء پر منحصر تھی، ذات جس قدر اونچی ہوتی اسی قدر
(۸۰۰ء سے) سب سے بہتر اور معزز پیشے اس کے لیئے کھلے ہوتے تھے، پیشوں کی تقسیم قومی تقسیم پر
اس قدر کامل طور سے غالب آگئی کہ برہمنوں میں بھی ہمکو ایسے گوت نظر
آتے ہیں جو محض اپنے مذہبی پیشوں کی بدولت برہمنی احترام کے مستحق ہوتے
تھے ورنہ نہیں، برخلاف اس کے نیچی ذاتوں میں کفوی شادی اور واحد پیشہ،
برادری قائم رہی ان کے حقوق موروثی اور ان کی حکومت برادری
کی تھی ؛؛

راجپوت

پس ساتویں اور دسویں صدی کے درمیان قدیم نسلی تقسیمیں
نابود ہو گئیں اور ایک نئی تقسیم پیدا ہوئی جس کی بنیاد مذہب
اور پیشے پر تھی لیکن قدیم تقسیموں میں سے برہمن اور کشتری کی دو ذاتیں کم از کم

اصولاً باقی رہیں، آریا کشتری مدتوں سے جنگجو نہیں رہا تھا، وہ اکثر فلسفہ یا مابعد الطبعیات
میں ممتاز ہوتا تھا اور ایک عام روایات کے مطابق برہمنوں سے بحث مباحثہ
کرنے کی وجہ سے اس کی تمام قوم کا استیصال کر دیا گیا تھا، لیکن اصولاً
اب تک یہ مانا جاتا تھا کہ حکومت کرنا کشتری ہی کا کام ہے اور ساتویں صدی
تک بالعموم کشتری راجہ فرماں روائی کرتے رہے اگرچہ ان میں سے بہت سے
غالباً شودر کشتری تھے یا اوہند کے ترکی فرماں رواؤں کے مانند ہندو ہی
نہ تھے قرون وسطیٰ میں ان کشتریوں کی جگہ راجپوتوں (راجاؤں کے بیٹے)
کے قبیلوں نے لی جن کو لوگ ٹھاکر یعنی سردار کہتے تھے، راجپوتوں کے
عروج سے اس زمانے کی تمام سیاسی تاریخ کا دار ومدار ان پر ہو گیا۔ ہر ایک
قبیلہ جس کو بادشاہی اختیار یا عرصے سے مقامی حکومت حاصل تھی ان سے
مل گیا، راجپوت اپنی تلوار کے سوا کسی سند حقوق کو تسلیم نہیں کرتے تھے
اور برابر نو آبادیوں کی تلاش میں رہتے تھے دریائے سندھ سے
بہار تک وہ ہر جگہ پائے جاتے ہیں لیکن ان کا اصلی وطن راجپوتانہ اور
جنوب اودھ دو ممالک تھے، وہ اول اول آٹھویں اور نویں صدی میں نمودار
ہوئے بہت سے بڑے بڑے قبیلوں نے سنہ ۸۰۰-۵۵۰ء کے درمیان ان علاقوں
پر قبضہ کر لیا جن میں ان کو آئندہ حکومت کرنی تھی۔ راجپوتانہ کی طرف
سے وہ پنجاب میں داخل ہوئے اور دسویں صدی میں کشمیر جا پہنچے، انہی
ایام میں وہ جنوب اودھ شمال اور مشرق کی طرف پھیل گئے اور بارھویں اور
تیرھویں صدی کے دوران میں وہ وسطِ ہمالیہ پر قابض ہو گئے" ان کی اصلیت
ایک متنازعہ فیہ موضوع ہے ان کے قبیلوں میں سے کوئی بھی دوآبے کا اصلی
باشندہ نہیں ہے اس وقت قنوج کی حکومت ہندوستان کی تمام حکومتوں
سے زبردست تھی اور قرون متوسط میں دوآبہ ہی تمام آریا آبادی اور آریا
تہذیب کا مرکز بنا رہا۔ پس راجپوت خالص آریا نہیں ہو سکتے۔ اور اگر ہم نہایت
قدیم قبیلوں کی ابتداء کی چھان بین کریں تو ہم کو معلوم ہو گا کہ ان میں بہت کچھ میل ہے، پنجاب میں
ہمارے سامنے حکمراں برہمن خاندان موجود ہیں جو آخر میں راجپوت بن گئے ہیں اودھ میں برہمن،

بھر اور اہیر سب تھوڑے بہت راجپوت قبائل میں شامل ہو گئے۔ لیکن کثرت
۳۰۹ آریا شدہ شودروں کی نظر آتی ہے۔ راجپوتانے کے قبیلوں میں سے بعض
مثلاً چوہان، سولنکی اور گھلوٹ نسلاً بدیسی ہیں، دوسرے قبیلے ہندی سیتھی جاٹ
اور گوجروں سے مخلوط ہیں، اور بعض کم و بیش غلبتاً قدیم حکمران خاندانوں کی اولاد
ہیں لیکن ان کی اصلیت خواہ کچھ ہو یہ تمام قبیلے متواتر باہمی مناکحت اور
عام رسوم کے اختیار کرنے سے ایک حد تک ہم جنس ہو گئے تھے، اُن کا
ما بہ الامتیاز یہ تھا کہ وہ اپنے سردار کی کورانہ اطاعت کرتے تھے جس میں
رشتہ داری کی مساوات کا دعویٰ ہمیشہ شامل رہتا تھا اور وہ مخصوص قومی
جذبات اور قومی ملک کا پورا احساس بھی رکھتے تھے، وہ اپنی لڑکیوں کی
شادیاں بڑے گھرانوں میں اور خود اپنی شادیاں کم درجے کے خاندانوں
میں کرتے تھے، ان میں عورتوں کی عفت و عصمت رسم ستی اور جوہر یعنے
کسی محصور قلعے میں تمام عورتوں کے جل کر خاکستر ہو جانے کا احساس یکساں
تھا، ان کو کاشتکاری کے کام سے عار تھا، ننگ و نام اور عزت و وقار کا یہ
قانون اور یہ عام رسمیں وہ چیزیں ہیں جنھوں نے ان کو انوکھا اور ایک
جنس بنا دیا۔

اگنی کل خاندان کا قصہ۔ بعد کے ایام میں راجپوتوں کے بھاٹوں نے ان کے لیئے
بہت سی روایتیں گھڑ دیں اور ان کا شجرۂ نسب رام اور
کرشن سے ملا کر انھیں شرف و اعزاز بخشا، ان میں سب سے
زیادہ شاعرانہ افسانہ وہ ہے جس میں چار مشہور اگنی کل خاندانوں کی ابتدا
کا بیان ہے، اس افسانے کی قدیم ترین صورت گیارھویں صدی سے تعلق
رکھتی ہے، جب برہمن پرس رام (= کلہاڑی والا رام) قدیم کشتریوں کی
نسل کو تباہ کر چکا تو لوگ بالکل بے سردار رہ گئے اور ملک میں بے دینی پھیل
گئی، دیوتاؤں کو اب اپنے کیئے پر ندامت ہوئی۔ اور اس خرابی کو دور
کرنے کے لیئے جو خود ان ہی کی پیدا کی ہوئی تھی وہ سب مقدس رشیوں
کے مسکن کوہ آبو کو گئے تاکہ زمین پر حکومت کرنے کے لیئے جنگجوؤں کی

ایک نئی نسل پیدا کریں، انھوں نے کوہ آبو پر ایک آتشی کڑھاؤ تیار کیا اور اس میں سے راجپوتوں کے سب سے مشہور قبیلے پریہار، پوار، سولنکی اور چوہان خاندانوں کے چار سورما پیدا کیے، اس روایت سے خواہ ملکی حکمرانوں کی جگہ ایک غیر ملکی نسل کے حکمرانوں کے قائم مقام کرنے کو چھپانا مقصود ہو یا نہ ہو لیکن یہ روایت ایک اصل واقعے پر مبنی ہے راجپوتانہ میں مقدس پہاڑ عام ہیں اور ان میں کوہ آبو سب سے زیادہ مقدس ہے، اسی مقام پر اگنی کل خاندان کے قبائل ایک دوسرے سے ملے تھے جن میں سے تین اس کے قریبی علاقے پر قابض ہو گئے، روایت سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ کس طرح ہندوستان کی اصل تاریخ پر برہمنوں اور بھاٹوں کے افسانوں کا موٹا پردہ پڑا ہوا ہے۔

تاریخ کشمیر قبیلوں کے نقل وطن اور ان کی نو آبادیوں کے دوران اور اصلی باشندوں کی بے جا مداخلت اور عالمگیر شورش کے درمیان میں کشمیر اور قنوج کی دو ریاستوں نے ایک حد تک اپنی پہلی طاقت کو قائم رکھا، غالباً وادی کشمیر کی آبادی کبھی پندرہ لاکھ سے اوپر نہیں پہنچی، اس تمام شورش کا اس سے زیادہ کھلا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک ایسی چھوٹی سی ریاست کا اثر نہ صرف مغربی پنجاب پر چھایا ہوا تھا جس کا ایک حصہ اس کے ماتحت تھا بلکہ گجرات اور دکن جیسے دور دست ممالک کے تمدن بھی اس سے متاثر ہو گئے تھے، کشمیر کے حکمرانوں کا خالصاً ملکی اور سب سے پہلا خاندان ناگ تھا جو تقریباً ۶۲۷ء سے ۸۵۵ء تک فرمانروا رہا، اس کے فرمانرواؤں میں سب سے مشہور درلبھ تھا جس نے خاندان کی بنا ڈالی، دوسرا اللتادیتا (تقریباً ۷۲۵-۷۵۲ء) جس نے مارتنڈ کا مندر تعمیر کیا، یہ ایک مشہور بہادر آدمی تھا جس نے ترکوں اور تبتیوں کے خلاف جنگ کی، چین کو سفارت بھیجی اور پنجاب کا ایک بڑا حصہ اپنے زیر نگین کیا اور آخری فرمانروا جیاپید (تقریباً ۷۸۰ء) ہے جو مہمات کا شوقین تھا، اس کے تمام تر حالات روایتی ہیں، اتپل خاندان،

جوناگوں کا جانشین ہوا، کم عرصے تک (۸۲۵ - ۹۳۹ء) قائم رہا لیکن اسمیں دو مشہور راجہ ہوئے ہیں، ایک اون تی ورمن (۸۵۵ - ۸۸۳ء) جس نے دو بڑے مندر اون تی پورے میں تعمیر کیئے اور بہت بڑے پیمانے پر آب رسانی کا انتظام کیا جو آج بھی قابل تعریف ہے۔ اور دوسرا اس کا بیٹا سنکرا ورمن (۸۸۳ - ۹۰۲ء) جو جنگ آزمائی اور تعمیرات کے کاموں کے لیئے مشہور ہوا۔ اس نے طریقہ مالگزاری کی بنیاد ڈالی جو انیسویں صدی تک جاری رہی۔

تاریخِ قنوج

حکومت قنوج اس سے بہت زیادہ اہم تھی اور اس کی شہرت چینیوں اور عربوں تک پہنچ گئی تھی اگرچہ وہ دوآبہ اور جنوب اودھ میں بنارس تک محدود تھی لیکن اس نے اب تک اپنی پہلی طاقت کسی قدر اور اپنی گزشتہ شہرت بہت کچھ قائم رکھا تھا آٹھویں اور نویں صدی کے دوران میں مشرقی پنجاب اور ترائی کے باجگزار راجاؤں نے اس کی سیادت کو تسلیم کرلیا تھا۔ فاتح قنوج اور اپنے خاندان کا سب سے زبردست راجہ بھوج اول (تقریباً ۸۴۰ - ۸۸۵ء) گوالیار سے ہمالیہ تک تمام ملک کا مالک تھا، اور اس کے بیٹے مہندر پال (۸۸۵ - ۹۱۰ء) نے باپ کی سلطنت کی عظمت وحدود کو بجنسہٖ سلامت رکھا، اس علاقے کی زمین زرخیز اور آبادی گنجان تھی، دارالسلطنت بہت بڑی تجارت کا مرکز اور ہندوستان میں سب سے زیادہ دولتمند شہر تھا، اس زمانے میں ہم کو نہ صرف برہمنوں کے جوق کے جوق بلکہ کایستھ، سنار، کرمی اور دوسری ذاتوں کے بڑے بڑے گروہ مغربی ساحل پر گجرات تک اور مشرق میں بنگال تک نقل وطن کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن ان تمام تینوں صدیوں میں قنوج کو خانگی انقلابوں سے صدمہ پہنچتا رہا صرف آخری یعنے بہ استثنائے خاندان تومار جس کی بنا بھوج نے ڈالی تھی، تمام خاندان تھوڑے عرصے تک رہے۔ ان کے زمانے میں کوئی مورخ پیدا نہ ہوا۔ اور ان کی تاریخ کتبات سے جو اکثر ان کے دشمنوں کے کندہ کیئے ہوئے ہیں نہایت جانکاہی سے از سر نو

مرتب کرنی پڑتی ہے۔

(۲) بجالی، ۹۵۰-۱۲۰۰ء

اس عہد کی سیاسی تاریخ

دسویں صدی کے وسط تک جدید ہندومت کے تمام سیاسی معاشرتی اور مذہبی اصول مستقل طور سے قائم ہوگئے تھے اور بیرونی مواثعات سے آزاد رہ کر اس نے آئندہ ڈھائی سو برس کے اندر اپنی نمایاں ترین خصوصیات کو ترقی دی۔ سیاسی تحریک کے مرکز گجرات، راجپوتانہ، دوآبہ اور اودھ میں پائے جاتے ہیں، اس رقبے سے باہر کشمیر، پنجاب، بہار اور بنگال میں وہی پرانی شورش اور انحطاط حتی کہ قدیم حکومتیں کوان کے خاندان نئے تھے اب تک باقی تھیں، دسویں صدی کے دوران میں مغربی پنجاب "برہمن شاہی" فرمانروایان اوہند کے زیرنگین آگیا تھا، ایک صدی بعد مسلمانوں کے خلاف ان کے دلیرانہ مقابلے نے ان کے ہم عصر البیرونی (۱۰۳۱ء) سے داد شجاعت لی لیکن انھوں نے جیتا یا میدان جنگ میں جان دی، ان کے نئے دارالحکومت لاہور پر قبضہ کرلیا گیا اور ۱۰۲۱ء میں محمود نے مغربی پنجاب کو سلطنت غزنی سے ملحق کرلیا، کشمیری اپنی ناقابل گزر وادی میں محفوظ رہے لیکن وہ اندرونی تنازعات اور کمزوری میں مبتلا ہوگئے، ان کی سیاسی اہمیت جاتی رہی اور ایک مسلمان مہم پرست نے وہاں کی آخری ہندو رانی کو ۱۳۳۹ء میں قتل کر دیا، وسط ہمالیہ کے کھس، جن کے نام سے کماؤں کا ایک حصہ اب تک کھس منڈل کہلاتا ہے اور جو نیپال کی آبادی کا ایک بڑا جزو ہیں، کوئی تاریخ نہیں رکھتے، ان کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ مہم پرست راجپوتوں نے دسویں سے تیرھویں صدی کے درمیان اپنے ہم عصروں سے پسپا ہوکر یا مسلمانوں کے سامنے سے بھاگ کر ان میں اپنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کیں جو آج تک باقی ہیں، بہار اور بنگال کی تاریخ ایک الگ چیز ہے اور ان

۳۱۱

دونوں صوبوں سے الگ بحث کی جائے گی، اس زمانے کی سیاسی تاریخ کا انحصار ان میں سے کسی سلطنت پر نہیں ہے بلکہ وہ راجپوت خاندانوں کے گرد دپیش دورہ لگاتی ہے جو خلیج کچھ سے رہیل کھنڈ تک پھیلے ہوئے تھے،

خاص خاص راجپوت قبائل

بیکانیر اور جیسلمیر کے بھاٹیوں اور دوسرے قبائل کو، جو کوہ اراولی کے مغربی ملک پر قابض تھے اور جن کی تاریخ مقامی دلچسپی سے کچھ زیادہ دلچسپ نہیں، مستثنا کر کے ہم راجپوت قبائل کی صراحت کرتے ہیں اور مغرب سے شروع کر کے مشرق کی طرف چلتے ہیں۔

سولنکی

۱۔ سولنکی گجرات اور کاٹھیاواڑ پر قابض تھے، ان کا صدر مقام انہل واڑہ یا پٹن تھا، ان کے فرمانرواؤں کو علما چولوکیا کہتے تھے لیکن انھیں دکن کے چالوکیوں سے جدا رکھنا چاہیے، گجرات کی حکومت مولراج (۹۴۱–۹۹۴ء) نے قائم کی تھی جسے علاؤالدین نے ۱۲۹۷ء میں فسخ کیا۔

پونوار

۲۔ پونوار مالوہ پر مسلط تھے لیکن اس قبیلے کے افراد کی باہمی مشارکت نہایت کم زور تھی اور یہ اپنے آپ کو قدیم موریوں کی نسل سے بتاتے تھے جو موریا خاندان کی ایک شاخ تھی، ان کے بڑے بڑے شہروں میں ایک تو کوہ آبو کی نواح میں چندراوتی تھا، دوسرے اجین اور تیسرے دھار، ۸۰۳ء میں اگر سین کوہ آبو سے اتر کر ان کا راجہ بن گیا لیکن ان کے مہاراجاؤں میں سب سے مشہور راجہ بھوج (تقریباً ۱۰۱۰–۱۰۵۰ء) تھا جس کی شہرت بہ حیثیت ایک جنگجو، مصنف اور مربی علوم کے افسانیہ وکرماجیت سے دوسرے درجے پر ہے، سلطنت پونوار دسویں صدی میں سولنکیوں کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہوگئی اور اس کے متعدد چھوٹے چھوٹے رجواڑے بن گئے، بارھویں صدی کے اواخر میں سولنکی خاندان کی ایک شاخ بگھیل (وگھیلا) اضلاع پونوار کے مشرق میں آباد ہوگئی اور اس نے موجودہ

۳۱۲

ریاست ریوہ کی بنا ڈالی۔

گھلوٹ ۳۔ گھلوٹ قوم کی ابتدا ایک شہزادی سے ہوئی تھی جو کاٹھیاواڑ کے شہر ولبھی کی تباہی (تقریباً ۷۷۰ء) میں وہاں سے بچ نکلی تھی، ان کا پہلا سردار باپا بھیلوں کی دوستانہ امداد سے میواڑ میں آباد ہوا اور اس کے بیٹے گہل نے چتوڑ پر قبضہ کیا جو آٹھ سو برس تک گھلوٹوں کی راجدھانی بنا رہا، گھلوٹ (یا سی سودیا) تیرھویں صدی کے بعد شہرت میں تمام راجپوت خاندانوں سے بڑھ گئے لیکن زیر ذکر عہد میں انھوں نے کچھ نمایاں کام کر کے نہیں دکھایا۔

چوہان ۔ ۴۔ چوہان ایک زبردست اور بڑے قبیلے کے راجپوت ہیں، کوہ آبو سے حصار اور راولی سے نواح ہمیرپور تک وہ تمام ملک پر قابض تھے، وہ بے شمار چھوٹے چھوٹے نیم آزاد فریقوں میں تقسیم تھے لیکن ان کی طاقت جھیل سانبھر کے گرد مرتکز ہوگئی تھی، گیارھویں اور بارھویں صدی میں سانبھر کے راجاؤں نے اپنی سیادت اپنے پورے خاندان پر قائم کر لی اور اجمیر کو اپنا دارالسلطنت بنایا، ان کا آخری اور سب سے زبردست فرماں روا پرتھوی راج (۱۱۶۲-۱۱۹۲ء) تھا۔

کچھواہ ۵۔ کچھواہ اور چندیل ایک دوسرے کے حلیف تھے، ان کی شہرت ان کی تعداد سے متناسب نہ تھی، کچھواہوں نے نویں صدی میں قلعۂ گوالیار تعمیر کیا اور گوالیار اور نروار پر ۱۱۲۹ء تک متسلط رہے، اور جب دولہا شہزادہ تیج کرن اپنی محبوبہ خوبصورت مارونی کے عشق کے سلسلے میں شادی کے بعد پورے ایک سال رنگ رلیاں مناتا رہا۔ اور اس کی غیر حاضری میں اس کے بھتیجے نے، جو پرہی ہر خاندان سے تھا، تخت کو غصب کر لیا۔

چندیل ۶۔ چندیلوں نے تقریباً ۸۳۱ء میں ہمیرپور کے علاقے میں مہوبا اور ۹۲۵ء میں کالنجر کے مضبوط قلعے پر قبضہ

کر کے اپنی سلطنت کی بنا ڈالی، وہ نہ صرف اپنی اولوالعزمیوں کے لیے مشہور ہیں بلکہ مندروں کے ایک بڑے سلسلے کے لیے بھی شہرت رکھتے ہیں جن کو انھوں نے کھجراہو میں تعمیر کیا، مندر اس وقت راجپوتوں کے فن تعمیر کا ایک بہترین نمونہ پیش کرتے ہیں، ان کے ملک کو ۱۱۸۲ء میں پرتھوی راج نے تاراج کیا اور کالنجر کو مسلمانوں نے ۱۲۰۳ء میں لے لیا۔

تومار ۷۔ تومار حصار اور دلّی کے گرد و نواح کے علاقے میں آباد تھے ایک روایت کے بموجب دلّی کی بنا، اس خاندان کے پہلے راجہ اننگ پال اول (تقریباً ۷۳۶) نے ڈالی لیکن اس وقت تک دلی اہم مقام نہ ہوا تھا ۱۰۵۲ء کے قریب اننگ پال دوم نے اسے ایک مضبوط قلعے میں منتقل کر کے اس کی حیثیت بنا دی، تومار اور چوہانوں کے درمیان ہمیشہ میدان کارزار گرم رہتا تھا اور اس کا سلسلہ اس وقت ختم ہوا جبکہ چوہانوں نے ۱۱۵۱ء میں دلّی کو فتح کر لیا۔

ڈور ۸۔ ڈور راجپوتوں کا ایک چھوٹا سا قبیلہ گھلوٹوں کے مقابلے میں میواڑ سے بھاگ کر ۸۰۰ء کے قریب برن (بلند شہر) میں جا بسا، اس نے محمود غزنوی (۱۰۱۸ء) کی مدافعت کر کے اپنے آپ کو بچایا، اور اپنے ہمسایہ توماروں کے مقابل برابری کے دعوے سے لڑتا رہا لیکن آخر کار وہ اپنے اتحادی بر گوجروں سے بے انتہا دب گیا اور قطب الدین نے (۱۱۹۳ء) اسے بالکل تہ و بالا کر دیا۔　۳۱۴

اودھ کے راجپوت راجپوتانہ اور اودھ کے راجپوتوں کے درمیان قنوج کی جلیل القدر سلطنت حائل تھی جو جنوبی دوآبہ اور جنوبی اودھ پر مشتمل تھی اور کالی ندی سے بنارس تک پھیلی ہوئی تھی، اگرچہ راجپوت خاندان قنوج میں حکمراں تھے اور اسکے دربار میں راجپوت سورماؤں کا مجمع تھا لیکن کوئی مشہور راجپوت فرقہ جنوبی دوآبہ میں آباد نہیں ہوا اور اودھ کے قبیلے صرف مقامی تاریخ میں نمودار ہوتے ہیں، رہیل کھنڈ اور شمالی اودھ میں بھرون اور اہیر دل

کے بے شمار چھوٹے چھوٹے سردار حکومت کرتے تھے، اور اولوالعزم راجپوت اودھ سے رہیلکھنڈ اور دریائے سرجو کے پار جا پہنچے اور دسویں صدی کے آخر میں ہم دیکھتے ہیں کہ راجپوتوں کا ایک آزاد فرقہ یا اہل پلی بھیت میں حکمراں ہو گیا، اور اس کے کچھ دنوں بعد کٹھریا راجپوت کٹیھر (رہیل کھنڈ) میں فرمانروا ہو گئے۔

تاریخ گجرات تمام ریاستوں میں قنوج اور گجرات کی حکومتیں سب سے زیادہ گنجان، دولت مند اور طاقتور تھیں، گجرات کی عظمت کچھ تو اس کی دولت کی وجہ سے تھی جو کیمبے اور بھڑوچ کی بندرگاہوں کے ذریعے سے ملک میں آتی تھی اور کچھ اس کے چار شہنشاہوں کی طویل مدت سلطنت کی وجہ سے سلطنت کے بانی مولراج (۹۶۱ - ۹۹۶ء) نے اپنی عمر لڑائیوں میں صرف کی جن میں سے اکثر کامیابی کے ساتھ ختم ہوئیں اور بڑی عمر کو پہنچکر میدان جنگ میں جان دی، بھیم اول (۱۰۲۲ - ۱۰۶۴ء) نے آغاز جوانی میں محمود کے ہاتھ سے سومنات کے مشہور مندر کی تباہی دیکھی تھی اور اسی کے سامنے پونواروں نے اس کے دارالسلطنت کو چھین لیا تھا لیکن مرتے وقت اس نے سلطنت کو اپنی تخت نشینی کے زمانے کی نسبت زیادہ طاقتور چھوڑا، سدھ راجا (۱۰۹۳ - ۱۱۴۳ء) اپنی نسل میں سب سے مشہور اور ایک بہت ہی بڑا جادوگر گزرا ہے، اس نے پونواروں سے بارہ سال تک جنگ کی اور ان کے راجا کو پنجرے میں لئے ہوئے پھرتا رہا اس کے جانشین کمارپال (۱۱۴۳ - ۱۱۷۲ء) نے، جسے اس نے ستایا اور قتل کرنا چاہا تھا، مالوے کی فتح کو پورا کیا اور کہتے ہیں کہ اس نے سانبھر پر بھی حملہ کیا تھا، اس کی موت کے بعد سلطنت میں اس قدر طاقت موجود تھی کہ اس نے مسلمانوں کے حملوں (۱۱۷۸ - ۱۱۹۶ء) کو رد کیا لیکن اسمیں مستقل طور پر ضعف پیدا ہوتا گیا یہاں تک کہ ۱۲۹۷ء میں علاءالدین کے افسروں نے اس کو فتح کر لیا۔

تاریخ قنوج حکومت قنوج ہندوستان کی تمام حکومتوں میں سب سے

طاقتور تھی اور گنگا کے کنارے اس کا دار السلطنت دولت و عظمت میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ لیکن دسویں صدی کے وسط سے اس میں زوال شروع ہوگیا تھا اس سلطنت کے راجہ جیپال نے جو بھوج اول کے خاندان سے تھا، محمود سے ایک شرمناک صلح (۱۰۱۹ء) کی، اور چنڈیلوں اور کچواہوں نے اس کی کمزوری دیکھکر یا اس کی بزدلی سے ناراض ہوکر اس کے دار السلطنت پر دھاوا کیا، جیپال (تقریباً ۱۰۲۱ء) قتل ہوا۔ اس کا جانشین اودھ کو بھاگ گیا، اور شہر قنوج تقریباً ویران پڑا رہا یہانتک کہ جے چندر راٹھور نے اس پر قبضہ (تقریباً ۱۰۸۰ء) کرلیا، راٹھور جو اس وقت تاریخ میں پہلی مرتبہ نمودار ہوتے ہیں، بنارس کے گھرواروں کی ایک شاخ تھے اور اُن کے بڑے شہر قنوج اور جونپور تھے، یہ خاندان جس کی بناء جے چند نے ڈالی تھی، ہندوستان کے نہایت مشہور خاندانوں میں شمار ہونے لگا اس کی شہرت وسیع اور اس کی عمارتیں رفیع تھیں، اور یہی خاندان ایسا ہوا ہے جس کی ہمسری کا دعوی کسی نے نہیں کیا، اس کے فرمانرواؤں کے آخری ایام دلی کی تاریخ اور ہندوؤں کے انحلال اور خاتمے سے قریب کا تعلق رکھتے ہیں ؛

(۳۱۴)

سلطنت چوہانیہ

زیر بحث عہد کے تین بڑے واقعات ہیں، مالوے کے پنواروں کا زوال، راٹھوروں کی فتح قنوج اور سلطنت چوہانیہ کی ناپائدار سطوت ہے، پہلے دونوں ابھی بیان ہوچکے ہیں، چوہان دولت مند تھے کیونکہ سانبھر، اجمیر اور اُن کے دوسرے شہر کاروانی تجارت کے بڑے مرکز تھے لیکن اُن کے فرقے آپس میں متحد نہ تھے، گیارھویں صدی کے اختتام کے قریب آنا راجا اور اس کے جانشینوں نے اپنی طاقت کو مستحکم کیا اور ۱۱۶۳ء میں وسال دیو (بسال دیو) اس بات پر فخر کرسکتا تھا کہ اس نے وندھیا سے ہمالیہ تک تمام ملک فتح کرلیا، اس کی فتوحات میں سب سے اہم دلی کی فتح (تقریباً ۱۱۵۳ء) تھی کیونکہ جب سے اننگ پال دوم

(تقریباً سنہ ۵۲ء) نے اس کے استحکامات قائم کر دیئے تھے یہ ایک نہایت اہم مقام ہوگیا تھا، وسال دیو نے تومار راجا کو اپنے باجگزار کی حیثیت سے حکمرانی کی اجازت دے دی تھی اور اس کی لڑکی سے اپنے بیٹے سومیس وارا کی شادی کردی اس رشتے سے پرتھوی راج پیدا ہوا جو مسلمانوں کے مقابلے میں ہند۔ووں کا علم بردار ہوکر سامنے آیا اور جو ایک مقبول افسانے کا ہیرو ہے۔

پرتھوی راج پرتھوی راج کا سب سے پہلا بہادرانہ کام یہ تھا کہ وہ قنوج کی شہزادی (تقریباً ۱۱۷۵ء) کو اُڑا لے گیا، شہزادی کے باپ جے چند راٹھور نے مہاراجہ ادھیراج بننے کا دعویٰ کیا اور اپنے زعم میں اسومیدھ (گھوڑے کی قربانی) کرنے کا عزم کیا جس کو مہاراجہ ادھیراج کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا تھا، اسومیدھ کے لئے یہ امر ضروری تھا کہ اس میں باجگزار راجاؤں سے نہایت ادنیٰ درجے کی خدمات انجام دلائی جائیں، اسیلیے پرتھوی راج نے جرأت کر کے اس رسم کی شرکت سے منہ موڑ لیا اور جے چند نے اس خیال سے کہ کسی بات کی کسر باقی نہ رہے پرتھوی راج کی سونے کی ایک مورت بنوائی اور اس کو بطور اپنے دربان کے کھڑا کر دیا، پرتھوی راج بھیس بدل کر قنوج کے دربار میں پہنچ چکا تھا اور وہاں شہزادی پر عاشق ہوگیا جس کی ذات شجاعت کا انعام مقرر کی گئی تھی، چنانچہ وہ اس کو محل سے بلا تامل اُٹھا کر لے گیا اور اپنے جانبازوں کے ایک چھوٹے سے دستے کے ساتھ دشمنوں کی صفیں چیر کر نکل گیا،

اس کی دوسری بہادری کا لنجر اور مہوبا کے چندیل راجا پرمال کی شکست (۳۱۵) (سنہ ۱۱۸۲ء) تھی لیکن اس جنگ میں جنگ کی دلچسپی پرتھی راج سے اتنی وابستہ نہیں ہے جتنی کہ اس کے مدمقابل بنا پھر راجپوتوں آلہا اور اودل سے ہے، شاعروں نے ان کی مظلومانہ جلاوطنی، ان کی ماں کے کہنے پر جو ایک مردسیرت اہیرن تھی اُن کی واپسی اور اُن کی جنگی مہمات کو طرح طرح سے نظم کیا ہے، پرتھوی راج کا آخری اور سب سے بڑا کام مسلمان حملہ آوروں سے

نبرد آزمائی ہے ابتداءً تو اسے نہایت شاندار کامیابی ہوئی لیکن بعد میں تھانیسر کے قریب (۱۱۹۲ء) شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا وہ اور اس کا بیٹا دونوں میدان جنگ میں کام آئے، اجمیر تاخت و تاراج ہوا، دلی، بدایون اور برن (۱۱۹۳ء) (بلند شہر) دشمن کے قبضے میں چلے گئے، پرتھوی راج کا حریف جے چند والی قنوج بھی زیادہ عرصے تک اپنی خیر نہ منا سکا، قنوج برباد ہوا جے چند قتل یا غرق ہو گیا اور دس سال کے عرصے میں تمام شمالی ہندوستان بہ استثنائے گجرات اور راجپوتانہ مسلمانوں کے ہاتھ سے پامال ہو گیا اور جدید ہندومت کا عہد متوسط رخصت ہوا۔

راجپوتوں کا تمدن۔ گیارھویں اور بارھویں صدیاں جدید تہذیب و تمدن کا عہد زریں تھیں، اس تہذیب و تمدن کا مدار کچھ تو مذہبی حکومت پر تھا اور کچھ جنگی مطلق العنانی پر، برہمن پیدائشی حق سے آسمانی ہستیاں بنے ہوئے تھے، وہ بعض اوقات حکومت کے اعلیٰ عہدوں کو قبول کر کے حکومت کو ممنون کر دیا کرتے تھے لیکن اُن کا خاص مشغلہ فلسفہ و سائنس اور علم و ادب کی تحصیل و ترویج تھا، اور راجپوتی دربار علوم کی سرپرستی میں ایک دوسرے سے مسابقت کی کوشش کرتے تھے، ادنیٰ درجے کے برہمن لوگوں کے روحانی مقتدا (پروہت) تھے اور وہ عوام کے مقبول دیوتاؤں کے پجاریوں کا کام بھی انجام دے کر مخلوق کو رہین منت کر دیا کرتے تھے لیکن جہاں اعلیٰ طبقے کے برہمن سیاسیات کو اپنے مرتبے سے ارذل سمجھتے تھے، ادنیٰ درجے کے برہمن دقیق النظر سیاست داں ہوتے تھے، وہ اپنے حصول مفاد کے لئے مذہبی سزا اور اپنی بد دعا کا خوف دلا دلا کر فرمانرواؤں کے لئے ایک قسم کی نیم الوہیت اختیار کر لی تھی اور وہ غلاموں یا بندگان زرخرید کے حلقے میں گھرے رہتے تھے امرا، راجاؤں کے قدم بقدم چلتے تھے وہ ناقابل گزر مقامات میں اپنے لئے قلعے تعمیر کرتے تھے اور اپنی طاقت کو فدائیوں کی مصاحبت سے مضبوط رکھتے تھے، قصباتی برادری نے اپنا جتھا الگ قائم کر رکھا تھا لیکن دیہاتی آبادی غلامی میں جا پڑی تھی، خانگی اور ملکی لڑائیوں کا رواج عالمگیر

تھا، لیکن باوصف ان لڑائیوں کے اور حسد کے جو غیر ملکیوں کے ساتھ برتا جاتا تھا، ملک کے مختلف حصوں میں آمد و رفت کے ذرائع معقول تھے، تجارت کو فروغ حاصل ہوا شاعر اور پنڈت ایک دربار سے دوسرے دربار میں پہنچتے تھے اور کہتے ہیں کہ کشمیر کے پھول اور گنگا کا جل روزانہ سومنات کے مندر میں چڑھایا جاتا تھا۔ راجاؤں اور مندروں کی دولت کی کوئی انتہا نہ تھی، جاتراؤں کا رواج تھا، اور جلیل القدر فرماں روا مقدس مقامات کی محافظت کا ذمہ لیا کرتے تھے۔

راجپوتوں کا فن تعمیر

دو باتیں خاص طور پر قابل لحاظ ہیں (۱) شمالی ہند کے سب سے پہلے سنگین مندروں میں سے دو تین تو چھٹی یا ساتویں صدی کے ہیں ورنہ تقریباً باقی تمام آٹھویں (۳۱۶) اور نویں صدی کی تعمیر ہیں، اس سے بیشتر تمام عمارتیں حتی کہ نہایت مقدس عمارتیں بھی اینٹ اور لکڑی کی بنتی تھیں، لیکن دسویں اور بارھویں صدی کے درمیان عالیشان سنگین مندر، جن میں نہایت نازک لیکن بے ڈھنگی صنعت دکھائی جاتی تھی، تمام راجپوتی ریاستوں میں تعمیر ہونے لگے، دلّی، اجمیر، قنوج، بدایون، جونپور بلکہ درحقیقت ہر جگہ کے مندر جہاں مسلمانوں کی حکومت استقلال کے ساتھ قائم ہو گئی تھی، مسجدوں کی جگہ استعمال کئے جاتے تھے، لیکن کوہ آبو چندر وتی، بَرَوُلی اور کھجراہو کے موجودہ کھنڈر اور مندر ان کی گزشتہ شوکت کی جھلک پیش کرتے ہیں، ان مندروں سے بھی پرانے وہ مضبوط استحکامات ہیں جن سے راجپوت پہاڑوں کی چوٹیوں کو تاج پوش کرتے تھے، راجپوتانے کے تمام بڑے بڑے قلعے اسی عہد سے شروع ہوتے ہیں اور راجپوت تعمیر اس عہد میں

دکن کا اثر۔

معراج کمال پر پہنچ گئی تھی اسی نئی تہذیب و تمدن کا شوق زیادہ تر دکن سے آیا، دکن سے فلسفے کے دو بڑے مسلک جاری ہوئے جن میں ہندو دنیا منقسم ہے یعنی نویں صدی میں شنکر اچاریہ کی تعلیم اور بارھویں میں راما نج کے فلسفے کا ظہور ہوا، ان دونوں معلموں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ شمالی ہند میں گزارا نئی قسم کی سنگین

عمارتوں کی طرز بھی غالباً جنوب سے آئی جہاں سنگین مندر کچھ عرصے سے رواج پا چکے تھے۔ دکن کے رسم ولباس اور آداب و اخلاق کی نقل کشمیر تک میں ہوتی تھی، اور شمال اور جنوب ایک دوسرے سے متاثر رہتے تھے۔

بنگال اور بہار کی تاریخ۔

بنگال، بہار اور نیپال براہ راست راجپوت ریاستوں کے زیر اثر نہ تھے، آسام کے راجا جنھوں نے ہندو مذہب اختیار کر لیا تھا، بنگال کے شمال مشرق پر قابض تھے باقی ماندہ ملک چار حکومتوں میں منقسم تھا، پودوں کا ملک پوندرا جو آجکل پبنا کہلاتا ہے شمال میں واقع تھا اور ونگا یا بنگال خاص گنگا کی اصل شاخ کے جنوب میں واقع تھا جو یہاں پدما یا پدّا کے نام سے موسوم ہے ونگا کے جنوب میں کرنا سوورنا تھا جو اس وقت بردوان، مرشد آباد وغیرہ اضلاع میں تقسیم ہو گیا ہے اور تامرالپتا (مدنا پور) جس کی مشہور اور اہم نام بندرگاہ دریائے روپ نرائن پر واقع تھی، ہگلی کی جنوبی کھاڑیوں کے برابر برابر چلا گیا تھا، مغرب میں انگا (بھاگل پور) ہے جس کا پایہ تخت کمپا ہے۔ جنوب بہار یا مگدھ بھی یہیں ہے متھلا یا تیرہت جس میں موجودہ چمپارن اور دربھنگہ کے ضلع شامل تھے، نیپال سے بالکل ملا ہوا تھا، ان ریاستوں کی تاریخ بالکل تاریکی میں ہے لیکن ہم کو معلوم ہے کہ سنہ ۷۳۰ع کے قریب گوپال نے مگدھ اور انگا پر اپنا تسلط کر لیا اور ایک صدی کے اندر پال خاندان نے جس کا بانی گوپال تھا، تمام بنگال پر اپنی سیادت قائم کر لی، معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد غالباً سنہ ۹۰۰ع کے قریب اس کا کچھ حصہ الگ ہو گیا، مہی پال (تقریباً ۱۰۰۰-۱۰۳۵ع) (۳۱۷) ایک زبردست راجا تھا وہ کچھ عرصے کے لئے بنارس پر بھی قابض ہو گیا اور نرائن پال جو اس خاندان کی دوسری شاخ کا سردار تھا بنگال کا شہنشاہ بن گیا، پالوں کی مگدھی شاخ برسر حکومت رہی یہاں تک کہ بختیار خلجی کے بیٹے محمد نے اُن کو اور اُن کے ساتھ بدھ مذہب کو ملیامیٹ (تقریباً ۱۱۹۶ع) کر دیا، بنگال کے پالوں کا خاتمہ زیادہ جلد ہو گیا، سنہ ۱۰۹۵ع کے قریب پوندروں کے راجا وجایا سین نے ان کو بالکل تباہ کر دیا اور

سین خاندان کی بنیا ڈالی مگر یہ خاندان بھی اس وقت معدوم ہوگیا جب کہ ۱۱۹۵ء میں مسلمانوں نے اس کا پایۂ تخت ندیا بے خون بہائے تسخیر کرلیا؛

بنگال میں ہندو مذہب کی اشاعت اگرچہ برہمن بنگال میں بہت عرصے پیشتر داخل ہو گئے تھے لیکن یہاں کے آریا آبادکاروں کی تعداد بہت کم تھی اس ملک پر اس کی اصلی قومیں مثلاً کوچ، کیمبرٹا پود اور چنڈال کی نسلیں حکمراں تھیں بنگال کی تاریخ متوسط زیادہ تر اس لئے مشہور ہے کہ ایک تو سین خاندان نے ہندوستان کی اونچی ذات کے لوگوں کو اپنے ملک میں آباد کرنے کی کوشش کی اور دوسرے بل لال سین نے بارھویں صدی میں قانون ذات پر ایک ادق کتاب تیار کی؛

بدھ مذہب کا زوال اور خاتمہ اسلامی فتوحات کے وقت شمالی ہندوستان میں صرف مگدھ ہی بودھوی حکومت تھی اور اس کی تباہی کے ساتھ بدھ مذہب بالکل تباہ ہوگیا شو اور وشنو کی پرستش کے دو بڑے بڑے موحدانہ طریقوں کے پیدا ہونے کے علاوہ ہند متوسط کی مذہبی تاریخ میں بدھ مذہب کا زوال سب سے زیادہ نمایاں واقعہ ہے یہ ایک بحث طلب سوال ہے کہ آیا بدھ مذہب اپنے وطن سے باہر کسی حصۂ ملک میں کبھی مقبول ہوا یا نہیں! اشوک نے بہ حیثیت ایک راجا اور نئے معتقد کی سرگرمی سے اس کی اشاعت کی اور ہندی سیتھوں نے اس کو خوشی سے قبول کیا، گجرات اور مالوے کے تاجروں اور اعلیٰ طبقوں میں بھی وہ وسعت کے ساتھ پھیل گیا لیکن دوسرے مقامات میں غالباً وہ صرف ایک فرقے کا مسلک تھا اور سن عیسوی سے کسی قدر پہلے اور اس کے بعد شمالی پنجاب، شمالی دوآبہ اور رہیل کھنڈ میں جہاں برہمنوں کا انتہادرجہ زور تھا، اس مذہب نے جڑ نہ پکڑی، قرون متوسط میں وہ تیزی کے ساتھ زوال میں آتا رہا ۶۳۰ء اور ۹۰۰ء کے درمیان گندھارا اور شمال مغربی پنجاب میں بالکل نابود ہوگیا ۱۰۰۰ء کے بعد دوآبہ اور اودھ میں مشکل سے اس کا کوئی نشان ملتا ہے جنوبی راجپوتانے میں دھمتارا

اور کھولوی غار (۷۰۰ ـــ ۶۹۰) بدھوں کی آخری الوداعی کوششیں ہیں، اور اگرچہ بدھ مذہب بنگال میں مقبول ہوا بھی تو وہ خاندان سین کے عہد میں رخصت ہوگیا اس کا زوال اس کے توام جین مذہب کے فروغ سے ملا کر دیکھا جائے تو عجیب چیز معلوم ہوگا۔

جین مت | گجرات کے راجہ آخر الذکر کے محافظ تھے اور غالباً جینیوں کے ہاتھ سے اس مذہب میں داخل ہوئے ان کے درباروں میں جین مصنفوں کی قدر ہوتی تھی، جینی سپہ سالار اور وزیر ریاست کے بڑے بڑے حکام تھے کوہ آبو، گرنار، پالی تنا اور کھجراہو تک تمام جنوبی راجپوتانے میں جینیوں کے مندر اس کیش کے عروج و غلبہ (۳۱۸) اور اس کے پیروؤں کی دولت و ثروت کی شہادت دیتے ہیں؛

راجپوتوں کی تاریخ کا آخری حصہ۔ | اسلامی حملے کے ساتھ ہندوؤں کی تاریخ متوسط کا خاتمہ ہو جاتا ہے تیرھویں اور چودھویں صدی کے دوران میں مسلمانوں نے راجپوتانے کے تمام قلعوں کو اگرچہ وہ ان کو قائم نہ رکھ سکے تسخیر کر لیا تھا اور انھوں نے باقی ماندہ تمام شمالی ہند میں مستقل طور سے اپنے قدم جما لئے تھے، اسلامی یورشوں سے زمین "ترشنکہ ساگر" میں ڈوب گئی تھی اور راجپوتانے کی سطح میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا تھا، صرف میواڑ کے گھلوٹ (سی سودیا) مسلمان حملہ آوروں کا استقلال سے مقابلہ کرتے رہے اور ان کے دارالحکومت چتوڑ کی پے در پے شکستوں سے الٹی اُن کی شہرت میں اضافہ ہوتا رہا، پریہاروں نے جب کچھواؤں سے (۱۱۲۹ء) گوالیار چھین لیا تو انھوں نے رتھنوں میں جاکر پناہ لی اور حکومت ڈھنڈار جس کا صدر مقام آمیر تھا قائم کی جو آخرکار مغلوں کے زیر سایہ رونق پاکر آجکل جے پور اور الور کی ریاستوں سے موسوم ہے اگھیل بارھویں صدی میں ریوہ میں آباد ہوگئے اور تیرھویں صدی میں بندیلوں نے جو گھرواروں کی ایک زوال یافتہ شاخ تھی اورا س لئے۔ راٹھوروں سے دور کی قرابت بھی

رکھتی تھی، اور چمبا میں ایک چھوٹی سی حکومت قائم کی اور اپنے نام پر اس کا نام
بندیل کھنڈ رکھا، راٹھور قنوج سے نکال دیے گئے تو انھوں نے مارواڑ میں ایک
نئی ریاست جودھ پور پیدا کی اس نے گرد و نواح کے بھاٹیوں اور چوہانوں کو
جذب کرلیا اور بہت جلد گہلوتوں کی مدمقابل بن گئی۔ بعد کی صدیوں میں
مارواڑ اور میواڑ جن میں ابتدائً دوستی لیکن بعد ازاں سخت دشمنی پیدا ہوگئی
تھی راجپوتانے کی دوسر برآوردہ ریاستیں تھیں، دلّی، اجمیر، اور مہوبا کی تباہی پر چوہان
اور چندیل شمالی ہند میں منتشر ہوگئے، انھوں نے جموں سے الموڑے تک
ہمالیہ میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کیں اور چودھویں صدی میں چوہانوں
کی ایک شاخ ہاڑوں نے جنوبی راجپوتانے میں کوٹہ اور بوندی کی چھوٹی چھوٹی
ریاستیں قائم کیں، پندرھویں صدی میں گجرات، جونپور، اور دلّی کی اسلامی
حکومتوں کی باہمی جنگ و رقابت نے راجپوتوں کو دم لینے کا موقع دیا اور
یہاں سے ان کی قسمت کا ستارہ دوبارہ چمکتا ہے، یہ زمانہ گوالیار کے
تومار حکمراں مشہور مان سنگھ (۱۴۸۶ــ۱۵۱۶ء) کا عہد زرین تھا، چتوڑ اور
گوالیار کی بڑی بڑی عمارتیں پندرھویں صدی کی ہیں، مسلمانوں کی تسخیر دہلی
کے بعد ہندوؤں کی پہلی اور مشہور عمارتیں یہی ہیں، مغلوں کے ورود کے ساتھ
ایک بہتر زمانہ شروع ہوا اور اکبر کی دانشمندانہ حکومت کے تحت میں راجپوتوں
میں پھر ایک دفعہ طاقت آگئی اور وہ سلطنت کے اعیان و ارکان
بن گئے۔"

باب (۹)

(۳۲۱)

جنوبی ہندوستان کے ہندوؤں کا زمانہ

تمہید

جنوب کے حدود اربعہ

جغرافیے کے لحاظ سے دریائے نربدا اور سلسلۂ وندھیاچل جنوبی ہندوستان کو شمال سے جدا کرتے ہیں اس دریا اور پہاڑ کے جنوب میں تقریباً پورے جزیرہ نما کی دوسری جانب تک ایک سطح مرتفع پھیلا ہوا ہے جس کو دکن کہتے ہیں۔ مشرق میں اس ملک کو سمندر سے وہ نشیبی قطعات جدا کرتے ہیں جن کو گوداوری اور کرشنا سیراب کرتے ہیں اور مغرب میں گھاٹوں کی تلیٹی کی وہ لمبی پٹی جو کونکن کہلاتی ہے، دریائے تنگ بھدرا اور کرشنا دکن کے خطوط تقسیم ہیں یعنے ان خطوط کے بعد دکن کے جنوب میں وہ ملک واقع ہے جو عام طور پر "جنوبی ہندوستان" کے نام سے موسوم ہے لیکن اس تاریخی خاکے کی ضرورت سے ہم "لفظ جنوبی ہندوستان" میں دکن اور نربدا اور وندھیاچل کے تمام حصۂ زیرین کو بھی شامل کیئے لیتے ہیں، اس طرح اس میں وہ تمام رقبہ آجائے گا جسے قدیم زمانے میں شمال کے ہندو جنوب (دکن = دکشنا = جنوبی) کہتے تھے۔

جنوب کی زبانیں جنوبی ہند کے باشندے دراوڑی خاندان السنہ میں سے

کوئی نہ کوئی زبان بولتے ہیں جن میں سے بڑی بڑی تلنگی (شمال اور مشرق) کنڑی (شمال اور مغرب) تامل (جنوب) اور ملایالم (مغربی ساحل) ہیں، دو بولیاں تولو اور کوڈاگو (یا کرگ) اور ہیں جو چھوٹے چھوٹے قطعوں میں محدود ہیں، لیکن ان کے سوا ٹوڈا، کوٹا اور دوسری پہاڑی قومیں دوسری چھوٹی چھوٹی بولیاں بھی بولتی ہیں جن میں غالباً ایسے اصلی اور قدیم الفاظ کا ایک بڑا جزو شامل ہے جو دراوڑیوں کے ابتدائی حملوں سے بھی صدیوں پیشتر کے ہیں، ملایالم اور تلنگی کے ملکوں میں بولیوں کا کچھ زیادہ تنوع و تعدد نہیں معلوم ہوتا لیکن تامل بولنے والوں میں لسانی اختلافات ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر زیادہ عرصے تک نہیں تو کم از کم دو ہزار سال تک تامل لوگ جدا جدا قومیتوں میں تقسیم رہے جن پر چولا اور پانڈیا تاجدار حکومت کرتے تھے، چیرا بادشاہوں کی رعایا زیادہ تر کنڑی بولتی تھی اور پلاوا خاندانوں کی غالباً وہ تامل اور تلنگی استعمال کرتی تھی جو اضلاع چولا میں رائج ہے، رقبۂ زیر بحث میں صرف مرہٹی ہی ایک غیر دراوڑی زبان ہے جو کونکن اور مغربی دکن میں بولی جاتی ہے، جنوب میں ہندوستانی انگریزی زبان کی طرح عام استعمال کی ایک غیر زبان تو ہے لیکن شمالی ہند کے برخلاف یہ یہاں کے باشندوں کی زبان نہیں ہے۔ (۳۲۲)

باشندے نہایت ہی قدیم زمانے میں جنوبی ہند کے اصلی باشندے دراوڑی حملہ آوروں کے غولوں سے مغلوب ہوئے اور بھاگ کر پہاڑوں اور ویران حصوں میں چلے گئے، جہاں ان کی اولاد اس وقت تک پائی جاتی ہے بہت عرصے بعد شمال کے آریاؤں نے دراوڑیوں کو مطیع کیا اور زبردست فرمانرواؤں کے ماتحت طبقات رعایا کو مہذب بنا کر رکھا، یہ طبقے غالباً قدیم دراوڑی تقسیم ممالک پر ہی قائم تھے، جنوب کی قدیم ترین معلومہ حکومتیں وہ ہیں جن پر پانڈیا چولا اور چیرا حکومت کرتے تھے ان کا ذکر قدیم پرانوں اور اشوک (۲۵۰ ق م) کے فرمانوں میں ہے، یہ امر کہ یہ مرفہ الحال قومیں تھیں قدیم مرقومات سے ثابت ہے چنانچہ

راماین پانڈیوں کے دارالسلطنت مدورا کی تعریف میں بیان کرتی ہے کہ اس کے دروازے زرنگار اور جواہر دار تھے، جیسا کہ ملک کی روایتی تاریخ سے ظاہر ہے آریا خاص دراوڑی حکومتوں پر جانشین ہوئے راویوں کا بیان ہے کہ پہلے آریا راجہ پانڈیا نے آریا راجہ چولا کی لڑکی سے شادی کی اس سے پایا جاتا ہے کہ آریائی فتوحات کے ابتدائی ایام سے اس ملک میں کم از کم دو تامل حکومتیں موجود تھیں، ان آریائی فتوحات کی تاریخ بہت ہی مشتبہ ہے لیکن ڈاکٹر آر جی بھنڈارکر یہ امر فرض کرنے کی وجوہ پیش کرتا ہے کہ یہ واقعہ ساتویں اور چوتھی صدی[1] قبل مسیح کے درمیان کا ہے، غالباً ساتویں صدی کا زمانہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، ڈاکٹر بوہلر نے اپنی کتاب "ہندوستان کے قدیم رسم الخط" (Indian Paleography) دفعات ۵ اور ۸ میں اشارہ کیا ہے کہ ہندوستان میں سامی حروف ہجی کا رواج تقریباً ۸۰۰ قبل مسیح میں یا شاید اس سے بھی پہلے ہوا اور خروشٹی ابجد کی ابتدا تقریباً پانچویں صدی قبل مسیح میں، اگر آریوں کی فتح جنوبی ہند موخرالذکر تاریخ کے بعد ہوتی تو گمان غالب تھا کہ دراوڑی تامل خروستی طرز تحریر اختیار کر لیتے، تامل حروف کی قلیل تعداد اور سادہ شکلیں جو قریب قریب یقیناً سامی یا شاید آرامی اور حمیری چشموں سے نکلی ہے اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہ خروستی کی ایجاد سے پہلے مروج اور مستقل ہو چکی تھیں؛

مذہب | مذہب کے معاملے میں جنوبی ہند کے باشندے زیادہ تر دراوڑی کہے جا سکتے ہیں، آریائی ہندو مت محض برائے نام اور ایک خول کے مثل تھا، بڑے بڑے مندر البتہ آریائی دیوتاؤں سے منسوب ہیں لیکن لوگ ان میں تہوار کے موقعوں کے علاوہ بہت کم جاتے ہیں ان کی روزانہ زندگی کا مذہب قدیم زمانے سے اس وقت تک

---

[1]) Early History of the Deccan) بمبئی گزیٹیر جلد اول حصہ دوم صفحہ ۱۴۱؛

وہی ہے جوان کے بزرگوں کا تھا یعنے وہ مقامی دیوتاؤں اور سرپرست دیولوں اور دیوتاؤں کی پوجا پاٹ اور شیاطین کی خوشامد درآمد کرتے ہیں۔ اول الذکر (۳۲۳) کو دنیوی برکات کے لیئے پوجتے ہیں اور آخر الذکر کو ان کا قہر دور کرنے کیلئے نذر اور بھینٹ چڑھاتے ہیں، درخت بھوتوں کا مسکن خیال کیئے جاتے ہیں اور مار پرستی عالمگیر ہے، شیوا اور وشنو کی پرستش عملاً اعلیٰ طبقوں تک محدود ہے اور غالباً ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے، ایک زمانے میں البتہ بودھ مذہب کا زبردست اثر چھایا ہوا تھا اور یہ تقریباً ایک ہزار برس تک یعنے دوسری صدی قبل مسیح سے آٹھویں یا نویں صدی عیسوی تک چھایا رہا۔ اس عہد کے اوائل میں بہت سے اسٹوپ اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں، آخر الذکر میں سے بعض ٹھوس چٹانوں میں تراشی ہوئی ہیں اور بعض عمارتی اسٹوپ (مثلاً دریائے کرشنا کے کنارے امراؤتی کا) عجیب شان و شوکت رکھتے ہیں، جین مت بھی ایک مرتبہ وسعت کے ساتھ رواج پا گیا تھا بلکہ چند جینی فرقے اب تک موجود ہیں لیکن بودھ مذہب بالکل فنا ہو چکا ہے۔

کانجی ورم اور مدورا مذہب کے دو زبردست مرکز ہیں لیکن وشنوا برہمن لوگ دو فرقوں میں تقسیم ہیں اور ان میں سخت مخالفت ہے ایک وڈگلی فرقہ یا شمال کے باشندوں کا ہے جو ویدوں کے سنسکرت متون کو مطلقاً نہیں چھوڑتا اور دوسرا ٹینگالی یا جنوبیوں کا جو ویدوں کا تامل ترجمہ استعمال کرتا ہے شیو کے لنگ کی پرستش کنڑی اضلاع میں عام طور سے رائج ہے۔

دراوڑی نسل

ذات کے مسئلے کو دیکھا جائے تو برہمن آریائی فتوحات سے اب تک سب پر غالب ہیں لیکن اب تعلیم یافتہ شودران کو سختی کے ساتھ دبا رہے ہیں، کشتریوں کی جنگجو ذات جنوب میں بالکل معدوم ہے، تاجروں میں چند بڑے خاندان ویش ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس دعوے کے ثبوت بہت کمزور ہیں اس لئے یہاں کی آبادی یا تو برہمنوں اور شودروں کی ہے یا پیری یا ہون کی، پیری یا دہ، قدیم دراوڑی نسل سے ہیں، مسلمان بھی ہر جگہ ملتے ہیں اور بعض

حصوں میں ان کی تعداد کثیر ہے، لیکن وہ جزیرہ نما میں دکن کی طرح حکومت کے ساتھ کبھی آباد نہیں ہوئے، چودھویں صدی میں ان کی فاتحانہ لہر کو وجیانگر کے راجاؤں نے دریائے تنگ بھدرا اور کرشنا کے کناروں پر روک دیا، اور جب آخر سولھویں صدی میں ان راجاؤں کا قلع قمع ہو گیا تو مسلمانوں میں اتحاد نہ تھا اور پھر تھوڑے عرصے بعد مرہٹوں نے ان کو جنوب میں داخل ہونے سے روک دیا، پس اس وقت دریائے تنگ بھدرا کا جنوبی ملک تمام ہندوستان کا سب سے زیادہ خالصاً ہندو حصہ ہے، دراوڑی مندروں کی دقیق سنگ تراشی، بھاری چھتیں اور گوپورم گنبد ملکی ترقی کا نتیجہ ہیں، اسکے نشو ونما کے تمام مدارج کا پتہ لگایا جا سکتا ہے، خصوصاً ساتویں صدی عیسوی سے سکوں اور تمغوں کے مطالعے سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے، جنوبی ہند میں قیمت کا معیار زمانہ دراز سے سونا چلا آتا تھا، اور جن بیرونی اثرات نے شمالی حکومتوں کے سکوں میں رد و بدل کی ان کا نشان جنوب میں مشکل سے ملے گا۔ (صہ ۴۶)

دراوڑی نسل کی سپاہیانہ حیثیت

معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں دراوڑی نسل ایک جنگجو قوم رہی ہے اور جیسا کہ گاؤں کے بہت سے یادگاری حجری کتبوں سے جو شجاعانہ موقعوں کی یاد میں نصب کیے گئے تھے ظاہر ہوتا ہے بہادر آدمی کی بڑی عزت ہوتی تھی، مالابار میں سوسائٹی کی بنیاد کی یہ ترتیب کہ نائر جنگی قوم شمار کی جاتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ سپاہ کی تعداد بہت بڑی تھی، ایک پرتگالی[1] وقائع نگار بیان کرتا ہے کہ سولھویں صدی عیسوی میں وجیانگر کا راجہ سات لاکھ سے زیادہ فوج میدان میں لے گیا تھا اور اس کی حکومت جنگی ملازمت پر قائم تھی، حیدر علی کی فوج زیادہ تر دراوڑیوں پر مشتمل تھی اور کچھ عرصے بعد تلنگانے نے ان

---

(۱) نوٹ۔ دیکھو دولت فراموش شدہ (A Forgotten Empire, Sewell) ۱۴۷-الف اور اسکے آئندہ صفحات ۲۲۶-۳۲۸-۳۷۳-۳۸۴-۳۸۹

سپاہیوں (تلنگوں) کو اپنے نام سے موسوم کیا جن کو یورپیوں نے پہلے پہل قواعد سکھائی تھی، ان کا یہ نام آجتک چلا آتا ہے۔

ان کی جہاز رانی قدیم زمانے میں ساحل کے باشندے ضرور دلیر جہاز راں ہوں گے، بودھوی جاتکا شاہد ہیں کہ پانچویں صدی قبل مسیح تک مغربی ایشیا بشمول بابل اور ہندوستان کی مغربی بندرگاہوں کے درمیان بحری تجارت وسیع پیمانے پر جاری تھی، اور ویدیں بھی تصدیق کرتے ہیں کہ اس تجارت کا وجود اس سے بھی بہت پہلے زمانے میں تھا۔ پہلی نصف صدی عیسوی میں جب رومیوں کا جزیرہ نما ہند سے تعلق شروع ہوا تو انھوں نے دیکھا کہ خلیج فارس اور لنکا سے اس کی تجارت مستقل طور سے قائم ہے، پلینی (کتاب ۶) بیان کرتا ہے کہ ہندوستانی جہاز جن کے ذریعے وہ لنکا سے تجارت کرتے تھے، اس قدر بڑے بڑے تھے کہ ان میں تین سو دو دستی یونانی کشتیاں (امیفورا) سما سکتی تھیں، شرقی ساحل پر اندھرا خاندان (اندازاً ۲۰۰ ق م سے ۲۵۰ عیسوی تک) کے سکے بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں ان میں سے اکثر پر دو مستولوں جہازوں کی تصویر ہے جو ظاہرا بہت بڑے معلوم ہوتے ہیں۔

تاریخ

نہایت قدیم سلطنتیں جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا نہایت قدیم زمانے میں جنوبی ہند کے اصلی باشندے دراوڑیوں سے مغلوب ہوگئے تھے، پھر دراوڑیوں کی باری آئی اور وہ شمال کے آریاؤں سے مغلوب ہوئے انھوں نے پرانی حکومتوں پر قبضہ کر لیا اور وہ خاندان قائم کیے، جو پندرھویں صدی عیسوی تک باقی رہے، راماین میں گوداوری

---

۵۷ بوہلر (انڈین پیلیوگرافی فقرہ ۵) اس شہادت کی تلخیص کرتا ہے اور فولکس انٹی کوئری جلد ۶ (۱۸۸۷ء) صفحہ (۷)۔

اور کرشنا کے اندھروں، مدرا کے پانڈیوں، تنجور کے چولوں اور مغربی ساحل کے کریلوں یا چیروں کا ذکر موجود ہے، یونانی جغرافیئین بھی ان کو جانتے تھے، اشوک (۲۵۰ قبل مسیح) نے بودھوی فلسفے کی تعلیم کے لیئے ان میں اپنے داعی بھیجے تھے اسی مقصد کے لیئے اس نے پُلندوں (نربدا کے قریب) اِستکوں (مہاراشٹر کے راشٹرکوٹوں اور رٹوں کے پیشرو) پیٹی نی کوں، (پٹین (دکن کے) اور شمالی کونکن کے بھوجوں اور ایران توں کے ہاں بھی سفیر بھیجے، یہ فہرست غالباً ان تمام اقوام کے ناموں پر مشتمل ہے جو اس وقت معلوم تھیں، باقی ماندہ دکن ایک غیر آباد بنجر تھا جس کو ڈنڈ کا رنیا یا ڈنڈک بن کہتے تھے، کاکچی یا کانچی درم کے پلاوا، جو بعد میں دکن اور مشرقی ساحل پر بہت طاقتور ہو گئے تھے، بظاہر اس وقت معرض وجود میں نہیں آئے تھے، پلاوا اگر یہ وہی پہلوی ہیں جن کی اصل غالباً ایرانی تھی (فلیٹ بمبئی گزیٹیر جلد اول حصۂ دوم صفحہ ۳۱۷ وغیرہ) تو یہ ناسک کے ایک کتبے میں مذکور ہیں جو تقریباً ۱۵۰ عیسوی کا ہے اور الہ آباد کی لاٹھ کے کتبے میں بھی ان کا ذکر موجود ہے جو تقریباً چوتھی صدی کے وسط کی ہے، اس کتبے میں بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے گپتوں (کتاب مذکور صفحہ ۲۸۰) سے شکست کھائی اور اس وقت دوسرے جنوبی سردار جن کے شکست کھانے کا ذکر بھی اسی طرح موجود ہے کریئل لشتا پورہ کٹوڑ، دینگی اور دیگر مقامات کے فرمانروا تھے، پلاوا آخر الذکر کتبے کے وقت مستقل طور سے قائم ہو گئے تھے۔

(۳۲۵)

اندھرا۔ ساتواہن کے زبردست خاندان اندھرا کا زمانہ تقریباً ۱۸۰ قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے، انھوں نے کرشنا کے کنارے دھان کٹیک کو اپنا مستقر بنایا اور پرجوش بودھ ہونے کے سبب سے وہاں امراوتی اسٹوپ تعمیر کیا جو انسانی ہاتھ کی بنائی ہوئی عمارتوں میں زہد و اتقا کی ایک نہایت پُر صنعت اور بیش بہا یادگار ہے، ان کی سلطنت میں تمام وسط ہند شامل تھا اور وہ اس ساحل سے

اُس ساحل تک حکومت کرتے تھے، ان کے جنوب میں جلیل القدر تامل حکومتیں واقع تھیں کچھ عرصے بعد سیتھیوں نے شمال سے جنوب کی طرف یورش کی اور جنگ برپا ہو گئی ناسک کے ایک کتبے میں اندھرا خاندان کے گوتمی پتر کی بابت مذکور ہے کہ اُس نے ساکیوں، یونیوں اور پہلویوں کو شکست دی، ساکیوں کا سردار کشترپ نہپان تھا یہ ۱۲۵ عیسوی کے قریب کا واقعہ ہے پچیس سال بعد ساکیوں کا ایک ستریپ ردرادامن اندھرا راجہ سے لڑا اور جوناگڈھ کے ایک کتبے کے بموجب دو مرتبہ اس پر فتحیاب ہوا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ فتح دراصل ہندوؤں کو حاصل ہوئی تھی کیونکہ ساکیوں کی فتوحات وندھیاچل کے جنوب میں وسعت کے لحاظ سے بہت ہی محدود تھیں۔

بظاہر عہد اندھرا میں ہر طرف خوش حالی اور ترقی تھی، بری اور بحری دونوں تجارتیں مغربی ایشیا، یونان، روما اور مصر اس کے سوا چین اور مشرق کے ساتھ جاری تھیں، سفارتوں کی بابت بھی کہا جاتا ہے کہ وہ جنوبی ہند سے روما کو بھیجی گئیں، ہندوستان کے ہاتھی ملک شام کی جنگ میں استعمال کیے گئے تھے، پلینی کہتا ہے کہ نقدی کی ایک بہت بڑی مقدار ہر سال روما سے ہندوستان آتی تھی اور اس امر کی تصدیق پیری پلس کا مصنف بھی کرتا ہے، رومی سکے جزیرہ نما بالخصوص جنوب میں کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں، قرائن سے ترشح ہوتا ہے کہ ۶۸ء میں بہت سے یہودی رومیوں کے مظالم سے بھاگ کر جنوبی ہند کے ہمدرد ساحلی باشندوں میں پناہ گزیں ہوئے اور مالابار میں آباد ہو گئے۔　۳۲۶

اندھرا خاندان کی دو بڑی شاخیں معلوم ہوتی ہیں یعنی مشرقی علاقوں کے فرمانروا جن کا دارالسلطنت وہاں کیٹک تھا اور ولیعہد مغربی ملک پر حکمرانی کرتا تھا جن کا دارالسلطنت پیتھن تھا۔

جنوب پانچویں صدی عیسوی میں۔	یہ امر معلوم نہیں کہ کیوں اور کس طرح اندھرا حکومت کا خاتمہ ہوا لیکن پانچویں صدی عیسوی کے شروع میں ہمیں حالات کا رنگ بدلا ہوا نظر آتا ہے قدیم جنوبی حکومتیں بہت کچھ اپنی پہلی حالت پر باقی تھیں لیکن پلاوا اُس ملک کے بہت بڑے

حصے پر پھیل گئے جہاں پہلے اندھرا[۵۱] حکومت کرتے تھے اور تاریخ میں نئے خاندانوں کے نام نمودار ہوتے ہیں، ہلسی کے جین کدم باؤں نے ظاہرا چھٹی صدی میں پلاوؤں اور میسور کے راجہ گنگا کو شکست دی اور اُس ملک میں قدم جما لئے جس کو اب جنوبی مرہٹا ڑی کہتے ہیں اور جس کی حدود میسور پر ختم ہوتی ہیں ان کے شمال میں راشٹر کوٹا دیگر مرہٹی اضلاع پر قابض تھے، یہ خاندان غالباً ایک زمانے میں اندھرو کا مطیع تھا لیکن سنین زیر بحث میں آزاد اور وندھیا کے شمال و جنوب میں اچھی طاقت رکھتا تھا، شمال کی جانب سے ان کو گپتوں نے دبانا شروع کیا اور شمال مشرق سے (روایت کے بموجب) قدیم چالکیا نے، لیکن اس وقت جنوب کی سب سے زبردست قوم غالباً پلاوا تھی جو کانچی کے نواح میں اپنے آبائی مقبوضات کے علاوہ مشرقاً علاقۂ وینگی پر بھی قابض تھی اور مغربی جانب مرہٹوں کے کم سے کم ایک حصے پر یہاں کدموں نے جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا، ان کی پیش قدمی کو روک دیا۔[۵۲]

پانچویں صدی کے اختتام کے قریب، جب کہ پلاوے چنداوندا کی سرکردگی میں قطعی طور پر شکست پا گئے، ہم اس علاقے کی تاریخ سے تقریباً

---

[۵۱] اگر ڈاکٹر فلیٹ کا قیاس کونڈموڈی اور میڈوولو کے پلیوں کا عہد قائم کرنے میں صحیح ہے (اپی گرافیا انڈیکا۔ جلد ۶ صفحہ ۸۴ + ۳۱۵)، تو معلوم ہوتا ہے کہ اندھرا فرمانروا گوتمی پتر ساتکرنی و اشستھی پتر پلومائی کے عہد حکومتوں سے کسی قریب کی تاریخ میں پلاوؤں نے ان سے تلنگی ملک کو شمال میں کم از کم دریائے کرشنا تک کامل طور سے فتح کر لیا تھا اور پلاوا خاندان کے حکمران سیوس کندورمن اندھروں کے دار الحکومت دہان کٹک پر قابض ہو چکا تھا ڈاکٹر برگیس دونوں مذکور الصدر اندھرا راجاؤں کو ۱۱۳ء-۱۶۳ء کے عہد سے منسوب کرتا ہے دامراوتی اور جگیاپیٹ بودھوی اسٹوپ صفحہ ۳) ڈاکٹر بھنڈارکر کا خیال ہے کہ پلومائی ۱۳۸ء میں مرا یہ اغلب ہے کہ پلاوا سلفی دکن اور شرقی ساحل پر آئندہ دو صدیوں میں سیادت حاصل کر لی ہو۔

[۵۲] یہ تاریخ بہت مشتبہ ہے، دیکھو فلیٹ کی کتاب کنڑی اضلاع کے خاندان بمبئی گزیٹیر جلد اول حصہ دوم صفحہ ۲۸۹ + ۲۹۱ + ۳۲۱۔

۳۴۷ کچھ واقفیت نہیں رکھتے کہ کبھی راجہ رادی ورمن نے ان کو مرہٹی ملک سے نکال دیا اور ہلسی کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا، ایک صدی بعد پلکیسن اول کے عہد میں بادامی چالوکیوں کا عروج ہوا جس نے پلاؤں کی طاقت کو اور بھی کم کر دیا بادامی اس وقت چالوکیوں کا دارالسلطنت بن گیا اور پلاوا اپنے مشرقی اور جنوبی مقبوضات[1] میں کنارہ کش ہو گئے اس کے بعد ہم ہلسی کے کدم بون کا حال اس قدر کم سنتے ہیں کہ یہ فرض کر لینا چاہیئے کہ وہ بہت جلد چالوکیوں کی روز افزوں طاقت سے مغلوب ہو گئے کیونکہ مؤخر الذکر طاقت اس وقت دکن میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی اور ان کی یہ حیثیت تمام حملہ آوروں کے مقابلے میں دو صدی تک قائم رہی۔

چلوکی۔ چلوکی فرمانروا کرتی ورما اول جو ۵۶۷-۵۶۶ء میں تخت نشین ہوا بہت بڑا جنگجو تھا اس کے ایک کتبے میں اس کے متعلق یہ لکھا ہوا ہے کہ اس نے جزیرہ نما کے تمام فرقوں اور قوموں کو فتح کیا ان میں سے سترہ کے نام بھی درج ہیں، ان میں بن واسی اور ہانگل کے کدم بون کے نام بھی مذکور ہیں جو سرداروں کے طور پر حکومت کرتے تھے لیکن کامل اختیارات نہیں رکھتے تھے، ان کو اس نے مطیع کیا، بودھی درویش دھرم گپت اس عہد اور آئندہ عہد میں زندہ تھا اس نے ۵۹۰ اور ۶۱۶ء کے درمیان کئی مذہبی تصنیفوں کا ترجمہ چینی زبان میں کیا، کرتی ورمن خود وشنو کا ایک پر جوش پجاری تھا، اس نے بادامی میں ایک شاندار وشنو مندر کی تعمیر شروع کی اس کی جگہ اس کا بھائی منگلیسا ۵۹۷ یا ۵۹۸ میں تخت پر بیٹھا اس نے ماتنگیوں کو جو ایک وحشی اور شاید دراوڑی فرقہ تھا تباہ کر کے چلوکیوں کی قوت کو بڑھایا۔ کٹ چوری حکمران بودھ راجہ کو جو جینی تھا شکست دینے اور چلوکیوں کی کوکنی شاخ کے سردار سوامی راجہ کی بغاوت کو فرو کیا، سوامی راجہ مارا گیا اور اس کا علاقہ

---

[1] قدیم پلاوی راجاؤں کے شجرہ نسب کے لیے دیکھو ڈاکٹر فلیٹ کا مضمون بمبئی گزیٹیر جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۲۹۔

ملحق کر لیا گیا۔

کٹ چھری وسط ہند کے ایک قدیم ہیدی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے جانشین کلچھری جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا، بارھویں صدی میں تھوڑے عرصے کے لئے بہت طاقتور ہو گئے تھے۔

پلکی سین ثانی

۶۰۸ء یا ۶۰۹ء میں کرتی ورمن کا بیٹا پلکی سین ثانی منگلیسا کا جانشین ہوا، آخر الذکر نے بظاہر اپنے بیٹے کے لئے تخت حاصل کرنے کی سعی میں جان دی۔ پلکی سین دوم کا عہد سلطنت بہت ہی پر واقعات تھا، اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے جنوب کی تمام قوموں کو مطیع و منقاد کر لیا تھا اور اس کے متعلق کتبوں کی ہر بات کو تسلیم کئے بغیر بھی یہ امر یقینی ہے کہ اس نے چلوکیوں کی طاقت کو بہت ہی وسعت دی اس نے موریوں کو کونکن سے نکال دیا، بن واسی کے کدم بون اور راشٹر کوٹوں کے اثر کو کچھ عرصے کے لئے دبا دیا، جنگ کرتا ہوا جزیزہ نما کے شرقی ساحل تک پہنچ گیا اور پتھاپورم کے قلعے کو تسخیر کیا اور حکومت کا لنگا پر جس کا صدر مقام پوری تھا، حملہ کر کے اس کو زیر کر لیا، اس کے بعد اس نے اپنی سب سے بڑی فتح قنوج کے مہاراجہ ہرش وردھن سلادتیا کی پسپائی سے حاصل کی، بعد ازاں اس نے جنوب کی جانب پلاووں کے فرمانروا مہندر ورمن پر چڑھائی کی، لیکن کانچی کے قریب جب اس کی پیش قدمی کو روک دیا گیا تو اس نے کاویری کو عبور کر کے چولوں پانڈیوں اور کیرالوں کے علاقے پر حملہ کیا، اگرچہ اس کی جنوبی مہمات کو فتوحات کے بجائے غالباً بے قاعدہ چھاپے خیال کرنا چاہیے لیکن مشرق میں معاملہ بالکل برعکس تھا، ۶۱۰ء کے قریب جب اس نے یہ دیکھا کہ وہ فتوحات کے ساتھ حکومت کا کام نہیں چلا سکتا تو اس نے اپنے بھائی کبجا وشنو وردھن کو بادامی میں اپنا نائب مقرر کیا اور اپنی واپسی پر اس کو اپنے نئے شرقی علاقے پر قبضہ کرنے کے لیے بھیج دیا، چنانچہ وشنو وردھن وینگی کو روانہ ہوا یہ مقام گوداوری اور کسٹنا کے ڈیلٹاؤں کے درمیان واقع تھا، وہاں کچھ عرصے بعد وہ خود مختار بادشاہ بن گیا اور

زبردست فرمانرواؤں کے ایک طویل سلسلے کا بانی ہوا، اس زمانے سے چلوکیوں کے دو علیحدہ علیحدہ خاندان ہو جاتے ہیں، ایک مغربی خاندان جس کا دار السلطنت بادامی تھا اور دوسرا مشرقی جس کا صدر مقام وینگی تھا، پلاوا کچھ عرصے کے لئے اپنے مفتوحہ اضلاع سے محروم رہے اور اپنے ملک میں واپس ڈھکیل دیئے گئے ؛

اس عہد میں چینی زائر ہیون سانگ ہندوستان آیا اور وہ پلکی سین دوم اور قنوج کے راجہ ہرش کا ذکر کرتا ہے، اس کے بیانات سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ بودھیت اور برہمنیت اس زمانے میں لوگوں کے دلوں پر مساوی اقتدار رکھتی تھیں، پلکی سین دوم کو ایران کے خسرو ثانی نے ایک بڑا شہنشاہ تسلیم کیا اور دونوں کے درمیان تحائف اور مراسلات کا تبادلہ ہوا ؛

ایک حکومت کے اختتام پر معلوم ہوتا ہے کہ پلاوا جنوب کی دوسری ریاستوں کی امداد سے پھر زور پکڑ گئے، نرسیم ہورمن کی سرکردگی میں انھوں نے بادامی پر کامیاب حملہ کیا اور نہ صرف یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ اس شہر پر قبضہ کرلیا اور اس کو جلا دیا گیا بلکہ یہ کہ بادامی تیرہ سال تک بغیر کسی حکمراں کے پڑا رہا، یہ امر کہ چلوکیوں کی طاقت کو سخت صدمہ پہنچا خود ان کے کتبوں کے اعترافات سے مترشح ہوتا ہے یہ واقعہ غالباً سنہ ۶۴۲ء کا ہے۔ وکرماجیت اول جو سنہ ۶۵۵ء سے سنہ ۶۸۰ء تک حکمراں رہا اپنے باپ کی طرح جنگجو تھا، سلطنت کو دوبارہ مضبوط اور اپنے اقتدار کو اچھی طرح قائم کرکے اس نے اپنے جنوبی دشمنوں سے ایسی سخت جنگ کی کہ پلاوا کو کامل شکست ہوئی کانچی پر تسلط کرلیا گیا اور چولوں اور پانڈیوں کی حالت اس قدر کمزور ہوگئی کہ کم از کم اس کے عہد میں انھوں نے کوئی مزید تکلیف نہ دی ؛

وکرماجیت کی لڑائیوں میں اس کے طاقتور بیٹے ونیاجیت نے اس کی مدد کی جو اس کے بعد اس کا جانشین ہوا اور سنہ ۶۸۰ء سے سنہ ۶۹۶ء تک فرمانروا رہا یہ بھی جنوب کے تمام حکمرانوں پر فتحیاب ہونے کا مدعی ہے لیکن ان فتحیابیوں

کی بابت اس نے صاف کہا ہے کہ وہ اس کے باپ کے عہد میں اس کی سپہ سالاری کے دوران میں حاصل ہوئیں کیونکہ بظاہر اس نے اپنے عہد میں محض اپنی حالت کو قائم رکھا اور کوئی مزید پیش قدمی نہیں کی۔

۳۲۹

اس کا جانشین وجیادت ۶۹۶ء سے ۷۳۳ء تک حکمراں رہا، معلوم ہوتا ہے کہ اس کے تعلقات راشٹرکوٹوں سے دوستانہ رہے جن کے فرمانروا اندرا راجہ نے چلوکیوں کی ایک شہزادی سے شادی کی اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام دنتی ورگا تھا۔

وجیادت کا بیٹا بکرماجیت ثانی ۷۳۳ء میں تخت نشین ہوا، اور ۷۴۶ء یا ۷۴۷ء تک حکمراں رہا، اس کے عہد میں پلاووں نے سر ابھارا اور اس قدر کامیابی کے ساتھ کہ وہ ان پر تین فتوحات کا حال قلمبند کرتا ہے۔ یہ واقعات اس امر کا اعتراف ہے کہ اس کے دشمن بہت طاقتور تھے۔ بکرماجیت کی بابت کہا جاتا ہے کہ اس نے پلاووں کے راجہ نندی پوٹ ورمن کو قتل کیا اور کانچی میں فاتحانہ داخل ہوا۔ اور یہ واقعہ بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے، عطیہ وکالیری کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ کانچی کی دولت اور خوبصورتی اسے بہت پسند آئی تھی، کانچی ایک بڑا شہر تھا جس میں کئی نفیس مندر تھے اور فاتح نہ صرف اسے برباد کرنے سے باز رہا بلکہ اسنے بعض مندروں کے لئے سونے کے چڑھاوے منظور کر کے شہر کی عزت بڑھادی، بکرماجیت اپنے پیش رووں کے مانند تمام جنوبی فرمانرواؤں پر فتح پانے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگرچہ وہ بہت سی لڑائیاں لڑا لیکن اس قدر ریاستوں کی عملی مخالفت سے اسکی طاقت میں بے حد ضعف آگیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد سلطنت بہت جلد

سلہ؎ Ind. Ant., (انڈین انٹی کویری جلد (۸) صفحہ ۲۳۔
ایپی گرفیا انڈکا جلد ۵ صفحہ ۲۰۰ اور ہلٹش ساؤتھ انڈین انسکرپشن جلد اول صفحہ ۱۴۶۔

سنہ ۷۵۴ء میں جانشین ہوا، سنہ ۷۷۴ء میں سر کے بل آرہی کیونکہ کرشن وارنا دوم پر جو سنہ ۷۷۴ء سے ذرا پہلے دنتی ورگا نے حملہ کیا جس میں اول الذکر کو کامل شکست ہوئی اور وہ اپنے شمالی اور مغربی علاقوں سے محروم کر دیا گیا، اسکی کامل تباہی سنہ ۷۶ء میں ہوئی، اس وقت راشٹر کوٹوں کا راجہ کرشن اول تھا، اس طرح سے مغربی چلوکیوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور پھر وہ دو صدی سے اوپر تک نہ پنپ سکے لیکن مشرقی شاخ برابر پھولتی پھلتی رہی ؛

راشٹر کوت اب کنڑی بولنے والے اضلاع کے ایک بڑے حصے پر حکمراں ہو گئے اور سب نے دنتی درگا کی سیادت تسلیم کر لی، اس کے قریبی جانشینوں نے مشرقی چلوکیوں اور پلاووں سے چند بے قاعدہ لڑائیاں کیں لیکن صدی کے اختتام تک کوئی ایسا اہم واقعہ پیش نہیں آیا جس سے جزیرہ نما کی سیاسی حالت میں کوئی انقلاب ہوتا، بر سبیل تذکرہ یہ بیان کر دینا چاہیئے کہ شنکر آچاریہ جو بدھ مذہب کا سخت دشمن تھا، اسی زمانے میں گذرا ہے اس کی کوئی تاریخ ابھی تک متعین نہیں ہو سکی لیکن سنہ ۶۸۰ء اور سنہ ۸۰۰ء کے درمیان کا زمانہ اس کا عہد سمجھا جاتا ہے، اس عہد کا ایک اور مصنف اکالنک تھا، اس کا سرپرست راشٹر کوت راجہ کرشن اول (تقریباً ۷۷۰) تھا، ۳۳۰

میسور اب مغربی گنگاؤں۔ گنگ بانوں اور گنگ پلاوؤں کے نیم آزاد خاندانوں کے زیر فرمان ہو گیا ؛

آٹھویں صدی کے اخیر میں جنوبی ہندوستان کی سیاسی حالت یہ تھی کہ کالنگا اور مشرقی دکن پر مشرقی چلوکی خانداں حکمراں تھا اور وسطی اور مغربی دکن راشٹر کوٹوں کے زیر فرمان تھا اور جنوبی حکومتیں اپنے قدیم علاقوں پر قابض تھیں ؛

انتہائے جنوب کی حکومتوں کے متعلق اس زمانے تک تقریباً کوئی بات قابل ذکر نہیں، اور اس تمام خاکے میں ہم اس امر کو پیش نظر رکھیں گے کہ ان کے متعلق ہماری معلومات نہایت قلیل ہے، سبب یہ ہے کہ ان کے کتبات جو ابتک شائع ہو چکے ہیں انتہائے شمال کے خاندانوں کے کتبوں

سے بہت اختلاف رکھتے ہیں، اور اکثر ان میں بادشاہ کے نام اور سن جلوس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا جس کی وجہ سے کسی مسلسل تاریخ کی ترتیب بہت مشکل ہو جاتی ہے، چھٹی صدی میں ان کی تجارت یقیناً ترقی پذیر تھی کیونکہ چینیوں کی قدیم تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت چین اور جنوبی ہند کے درمیان سفارتی تعلقات بہت تھے اور ہیون سانگ جو ساتویں صدی میں کانچی آیا تھا بیان کرتا ہے کہ یہ شہر دولت مند اور خوبصورت تھا اور چھ میل کے دور میں پھیلا ہوا تھا (جولین کا ترجمہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۸) اس زمانے یعنی ۶۰۰ تا ۷۰۰ء کے بہت سے تامل شاعر اچھی شہرت رکھتے ہیں جن میں شیو کے پجاری ترونا وکرایتر، نرونانسمبندر اور سندر مورتی نائن نار کے نام لئے جاسکتے ہیں مانکیا واسگر بھی اسی عہد کا ہے۔

مشرقی چلوکی۔

انتہائے جنوب کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ کر ہم مشرقی چلوکیوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو دینگی میں حکومت کرتے تھے، ڈاکٹر فلیٹ نے ثابت کیا ہے[۱۵] کہ ان کے پہلے بادشاہ کبجا وشنو وردھن اول کی آزاد حکومت غالباً ۶۱۵ء میں شروع ہوئی، یہ مغربی چلوکی پلکی سین دوم کا بھائی تھا لیکن اس واقعے کے علاوہ۔ کہ ان ابتدائی بادشاہوں کو اپنی حکومت کے استوار کرنے کے لئے شمال میں کلنگ کے گنگوں سے اور جنوب میں پلاووں سے وقتاً فوقتاً لڑائیاں لڑنی پڑیں ہمکو ان کے متعلق صرف اسی قدر معلوم ہے کہ ان کے نام کیا تھے ان میں باہمی رشتہ کیا تھا اور انھوں نے کتنے کتنے عرصے حکومت کی البتہ ہم نرندر راج وگا راجہ (۹۴۵ء تا ۹۸۰ء) کی بابت کچھ نہ کچھ جانتے ہیں جو اس عہد کے تھوڑے عرصے بعد کا حکمراں ہے۔ جہاں تک ہم نے دکن کی تاریخ کو پہنچا دیا ہے اس کا دعوی ہے کہ وہ گنگوں اور راٹوں سے بارہ سال میں ۱۰۸ لڑائیاں لڑا، اول الذکر میسور[۵۲] میں حکومت کرتے تھے اور آخر الذکر راشٹرکوٹ۔

---

[۱۵] انڈین انٹی کویری جلد ۲۰ صفحہ ۱۲۔

[۵۲] میسور کے گنگا طاقتور سردار تھے اور ان کا خاندان آٹھویں صدی کے وسط سے

تھے، جو اب پرانے چلوکی دارالسلطنت میں مستقل طور پر آباد ہو گئے تھے نرمدرا شیو کا پرجوش معتقد تھا اور اس نے بہت سے مندر تعمیر کئے۔

راشٹر کوٹا۔ ۳۳۱ ا

بادامی یا مغربی چلوکیوں کے مٹ جانے کے بعد پلاوں نے، جن کا تخت معلوم ہوتا ہے کہ ایک مغربی گنگا شہزادے نے سنہ [illegible]ء میں چھین لیا تھا، دوبارہ شمال کی جانب بڑھنے کی کوشش کی اور سنہ ۸۰۵ء کے قریب راشٹر کوٹوں کے فرمانروا گووند سوم نے جو سنہ ۷۹۴ء سے ۸۱۴ء تک حکمراں رہا، گنگوی پلاوا راجہ دنتگ کو شکست دی اور اپنے دوسرے تکلیف دہ ہمسایہ میسور کے گنگوں سے ملک میں گھس گیا۔ گووند کا جانشین اس کا بیٹا اموگھ ورش اول تھا جو ۶۳ سال کی طویل حکمرانی کے بعد سنہ ۸۷۷ء میں مرا، وہ جین مت کا پیرو تھا، اس کا مشیر جینا سینا تھا جو ادی پران کے ایک حصے کا مصنف ہے۔ اس صدی کے وسط میں اس نے اپنا دارالسلطنت مانیا کھیٹا میں منتقل کیا جو آجکل مالکھیڑ کہلاتا ہے، اس کے عہد میں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا مشرقی چلوکیوں سے جنگ ہوئی اس کے بعد یہ تنازع دونوں قوموں میں اور بھی شدید ہو گیا۔ راشٹر کوٹوں کا اگلا فرمانروا کرشن دوم (۸۷۷-۹۱۵ء) کالنگ اور مشرقی چلوکیوں کے خلاف لڑا لیکن بظاہر اسے کامیابی نہیں ہوئی، راشٹر کوٹوں کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے وینگی کو تاراج کیا اور مشرقی چلوکیوں کا وجیادت سوم

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ دسویں صدی کے ختم تک باقی رہا ان کا صدر مقام تلکا مڑ تھا لیکن وہ ہمیشہ مغربی دکن کے فرمانرواؤں کے ماتحت رہے ان کے حسب نسب کے لئے دیکھو اپی گریفیا انڈکا جلد ۶ صفحہ ۵۶ میں فلیٹ کا شجرہ ۔

[۵۱] اپی گریفیا انڈکا جلد ۵ صفحہ ۱۶۰ و جلد ۴ صفحہ ۱۸۰ ۔

[۵۲] اس زمانے میں انھوں نے اپنے نام کے پہلے الف کو آ بنا لیا اور اسی طرح اپنا نام لکھنے لگے ۔

سنہ ۸۸۸-۹۴۴ء فخر کرتا ہے کہ اس نے راشٹر کوٹوں کے دارالسلطنت کو تسخیر کیا اور اس کو جلا دیا اور اس کی تصدیق غالباً دوسری مرقومات[۱] میں بھی موجود ہے، بہرحال واقعہ کچھ ہو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں حدود میں کوئی مستقل تبدیلی واقع نہیں ہوئی، گووند چہارم تقریباً (سنہ ۹۱۸-۹۳۳ء) بھی مشرقی چالوکیوں سے برسر جنگ رہا لیکن چالو کی بھیم دوم نے اس کو کامل شکست دی، یہ امر کہ ان کا یہ فخر بیجا نہ تھا۔ غالباً اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ میسور کے کتبوں کے بموجب اس زمانے میں ہم مشرقی چالوکیوں کو اس ملک میں پاتے ہیں اور اگر وہ راشٹر کوٹوں سے شکست کھا جاتے تو یہ صورت مشکل سے پیدا ہو سکتی تھی۔

پانڈیے

نویں صدی کے دوسرے نصف حصے میں پانڈیوں نے لنکا پر حملہ کیا اور سنگھالیوں کے فرمانروا سین اول (سنہ ۸۴۶-۸۶۶ء)[۲] کی شکست اور فراری کے بعد انھوں نے شہر انورادھاپور کو تاراج کیا لیکن چند سال بعد سین دوم (سنہ ۸۶۶-۹۰۱ء) نے نقشہ بدل دیا، اس نے پانڈیوں کے ملک پر حملہ کیا، ان کے دارالسلطنت مدرا کو تسخیر کر کے لوٹا اور حکمران بادشاہ کی جگہ شاہی خاندان کے ایک شہزادے کو تخت نشین کیا لنکا کے ایک بعد کے فرمانروا کسپ پنجم (سنہ ۹۲۹-۹۳۹ء) نے ایک پانڈوی راجہ کی مدد کے لئے اندرون ملک میں ایک فوجی مہم روانہ کی، یہ پانڈوی راجہ غالباً راج سمہ تھا جو چولوں کے فرمانروا پرانتک اول سے زک اٹھا چکا تھا، چولوں کے کتبے[۳] تصدیق کرتے ہیں

۳۳۲

---

[۱] ایپی گرافیا انڈیکا جلد ۷ صفحہ ۲۹۔

[۲] سنگھالیوں کی تاریخیں اب تک کسی قدر مشتبہ ہیں مندرجہ متن تاریخیں مسٹر بیل کی معلوم کردہ ہیں۔

[۳] پرنتکی جی دوم کے اودے ال ورم کے پترے، "جنوبی ہند کے کتبے" جلد دوم صفحہ ۲۷۴ تا ۲۸۲۔

کہ راجہ پران تک نے مدرا پر قبضہ کیا اور لنکا میں داخل ہوا۔ لیکن ایک سنگھالی
روایت ہے کہ اہل جزیرہ کا لشکر بیماری کی وجہ سے برباد ہو گیا اور
جب پانڈیے مغلوب کر لیے گئے تو سنگھالی فوجیں کنارہ کش ہو گئیں
جزیرے پر چولوں کا کوئی حملہ تسلیم نہیں کیا جاتا ہے، پانڈوی راجہ خوف
کے مارے لنکا بھاگ گیا لیکن یہ معلوم کر کے کہ اندرونی سیاسی تنازعوں
کی وجہ سے اس کو کوئی مدد نہیں مل سکتی وہ فوراً کرالا کی طرف ہٹ گیا اور
تاج اور شاہی نشان اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔

میسور کے شہر بنگلور کے ایک کتبے (ایپی گرافیا انڈیکا جلد ۴ صفحہ ۶۸)
میں مرقوم ہے کہ ایک زمانے میں جو یقیناً سنہ ۹۳۰ء اور ۹۴۰ء کے درمیان
ہونا چاہیے "مشرقی چالوکیوں نے اپنے ایک راجہ ویرم ہندر کی افسری
میں جس کو ڈاکٹر فلیٹ چالوکیوں کا بھیم دوم (کتاب مذکور صفحہ ۲۷۴)
بتاتا ہے میسور پر حملہ کیا، تو لمبا کے پلاؤں اور گنگوی شہزادے ایرپا
کی فوجوں نے ان کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کیا۔ راشٹرکوٹی کرشن سوم (سنہ ۹۴۰ تا ۹۷۱ء)
کو چولوں کے ملک میں بڑی فتح یابیاں ہوئیں اور ان علاقوں کے کتبے ظاہر کرتے
ہیں کہ وہ ان کے بعض حصوں پر شہنشاہی حقوق رکھتا تھا۔ شمالی ارکاٹ
تنجور اور ترچناپلی معلوم ہوتا ہے کہ چولوں سے نکل کر راشٹرکوٹوں کے قبضے
میں چلے گئے (ایپی گرافیا انڈیکا جلد ۴ صفحہ ۲۸۱ و ۲۸۰) میسور ہی کے ایک اور
شہر اتاکور کے ایک کتبے میں جو ۹۴۹ء یا ۹۵۰ء کا ہے بیان کیا گیا ہے
کہ ایک زمانے میں جبکہ راشٹرکوٹی راجہ کرشن سوم چولوں کے فرمانروا راجہ دتیا
پسر پران تک اول سے مصروف پیکار تھا تو اول الذکر کے حلیف بوتوگ دوم
نے، جو تلکاڈ کے مغربی گنگوؤں میں سے تھا اور جس نے کرشن کی بہن سے
شادی کی تھی، چولا راجہ کو موجودہ مدراس کے قریب مغرب میں ایک مقام
تکول پر دغا دے کر قتل کر دیا۔ راشٹرکوٹا اس کام سے اس قدر خوش ہوا
کہ اس نے میسور کے شمالی ملک کے بڑے بڑے قطعے جن میں بنواسی
اور چند دیگر اضلاع شامل تھے بوتوگ کو عطا کر دیے (ایپی گرافیا انڈیکا جلد ۲ صفحہ ۵)

دوسری کتباتی مرقومات سے بھی اس قصّے کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس زمانے میں ایک مشہور کنڑی شاعر پمپا یا ہمپا تھا جو اضلاع دھارواڑ کے شہر لکش میسور میں رہتا تھا۔ اُس نے ۹۴۱ء کے قریب اپنی آدیپران اور پمپ بھارت تصنیف کیں۔

۹۶۲ء اور ۹۷۰ء کے درمیان غالباً پران ٹک اول کے پوتے اور راج دتیا (جو ٹکول میں مارا گیا تھا) کے بھتیجے پران ٹک دوم کے عہد میں چولا فرمانروائے راجہ اودیے سوم پر اس لئے چڑھائی کی کہ اس سے پانڈوی تاج اور شاہی نشان جو اس کے قبضے میں تھا لے لیا جائے۔ تامیول نے لنکا پر حملہ کیا اور اہالیان جزیرہ کو کامل شکست دی۔ ان سے شاہی نشان چھین لیا اور فاتحانہ واپس چلے آئے۔ مہاونس کے بموجب اودیے نے بعد کو ایک لشکر بھیجا اور خزانہ واپس لے لیا۔ ۳۳۲

مغربی چالوکیے

دسویں صدی کے اختتام تک راشٹرکوٹا خاندان ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زوال میں مالوہ[۵۱] کے راجہ ہرش دیو کے سخت و کئی حملوں نے اور بھی تیزی رفتار پیدا کر دی۔ ہرش دیو میسور میں گنگوں کے علاقے تک گھس گیا تھا اور اس پر کچھ عرصے کے لئے قابض بھی رہا لیکن زوال کا قریبی سبب تیل دوم کی فتح تھی۔ یہ مغربی چالوکیوں کے سابق خاندان کی نسل سے تھا جسے راشٹرکوٹوں نے دو صدی پیشتر نکال دیا تھا۔ اس شہزادے نے چالوکیوں کے لئے تمام کنڑی اضلاع دوبارہ حاصل کئے اور ایک نئے خاندان یعنی مغربی چالوکیوں کی بنیاد قائم کی جس کی قسمت میں بہت طاقتور ہونا لکھا تھا۔ اس نے ایک راشٹرکوٹی شہزادی سے شادی کر کے اپنی حالت کو مضبوط کر لیا۔ اس کی سلطنت ۹۷۳ء میں شروع ہوئی اور وہ ۹۹۷-۹۹۶ء

---

۵۱ جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۰۳ء صفحہ ۵۴۷ ایپی گریفیا انڈکا جلد اول صفحہ ۲۲۵-۲۲۶ تک

تک زندہ رہا اس کی تخت نشینی کے تھوڑے عرصے بعد مغربی گنگوں کے راجہ پر ماندی مار سمبا نے راشٹرکوٹوں کا راج دوبارہ قائم کرنے کے لیے کوشش کی اور اس غرض کے لئے کرشن سوم کے ایک پوتے کو تخت پر بٹھا دیا لیکن یہ کوشش بالکل رائگاں گئی تیل کے مقبوضات میں بلاری اور میسور کے بعض حصے بھی شامل تھے۔

چولا — اس چالوکیا کامیابی کا نتیجہ یہ ہوا کہ چولوں کی طاقت اس قدر زبردست ہوگئی کہ ان کا مستعد فرمانروا راجہ راجہ اول (۹۸۵ – ۱۰۱۲ء) فتوحات کی وسیع تدابیر اختیار کرنے لگا، ۹۸۵ء اور ۹۹۹ء کے درمیان اس نے مشرقی چالوکیوں کا کچھ علاقہ پامال کیا، میسور کے گنگوی راجہ کو شکست دی جو راشٹرکوٹوں کے زوال سے کمزور ہو گیا تھا اور مدرا کے پانڈیوں پر غلبہ حاصل کیا، ۱۰۰۱ء تک اس نے شرقی ساحل پر کلنگوں کے ملک کو مطیع کیا اور ۱۰۰۱ء کے قریب اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے لنکا کو فتح کیا، اس واقعے کی تصدیق مہاونسہ سے ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ اس زمانے میں تاملیوں نے جزیرے کے باشندوں کو بہت ستا رکھا تھا، انھوں نے انورادھاپور کو لوٹا اور مقدس مقامات کو تباہ کر دیا اور یہ کہ راجہ مہندو پنجم اور اس کی رانی چولوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئی، چند سال بعد چولوں نے ایک لاکھ سپاہیوں کا ایک لشکر لنکا کے شہزادے کاس یپ عرف وکرم باہو کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا لیکن وہ اس میں ناکام رہے، اس کے بعد ڈیڑھ صدی تک تاملیوں اور سنگھالیوں کے درمیان متواتر جنگ رہی یہاں تک کہ پراکرام باہو اعظم کا عہد آگیا جس نے لنکا کی سلطنت کو مضبوط کر دیا (۱۱۶۴–۱۱۹۷ء) ۱۰۰۱ء کے قریب راجہ راجہ نے مغربی چالوکیوں کے ملک کے جنوبی حصے کو تاخت و تاراج کیا لیکن پھر اس کو نکال دیا گیا۔

مشرقی چالوکیے — دسویں صدی کے پہلے نصف حصے میں مشرقی چالوکیوں

کے دارالسلطنت میں بڑی ابتری رہی، ۹۱۸ء میں بھیم اول کی موت کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ قتل اور بغاوتوں کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا کیونکہ بعد کے سو برس سال میں کم از کم سات بادشاہ تخت پر بیٹھے جن میں سے پانچ نے ایک سال سے کم عرصہ حکومت کی، اس کے بعد چالیس سال کی مدت میں تین بادشاہوں نے حکمرانی کی اور پھر ۹۷۳ء سے ۲۷ سال کا وہ عہد شروع ہو گیا جس میں مطلقاً کوئی بادشاہ نہ تھا۔ یہ سال تیل دوم کے عہد میں مغربی چالوکیوں کی بحالی کا سال تھا۔ ۹۹۹-۹۹۷ء میں چولا فرمانروا راجہ راجہ نے مشرقی چالوکی علاقے کی شورش کا بظاہر خاتمہ کر دیا، اس نے اول ملک وینگی کو فتح کیا، اور پھر شاہی خاندان کے ایک شہزادے سکتی ورمن کو جس نے بارہ برس حکومت[۵۱] کی چالوکیوں کے تخت پر بٹھا کر واپس ہو گیا ؛

پلوا ایک زمانے میں جنوبی ہند کے مستقل فرمانروا بنتے نظر آتے تھے لیکن ابتدائے ساتویں صدی میں چالوکیوں کی دونوں شاخوں سے پامال ہوئے پھر راشٹر کوٹوں نے انھیں نیچا دکھایا۔ اور اب وہ ایک چھوٹے سے علاقے میں محدود ہو گئے جس کو وسعت دینا ناممکن تھا اور چولا اپنی ترقی میں بالکل آزاد ہو گئے ؛

دسویں صدی[۵۲] کے بعد ہم پلو کا ذکر بہت کم سنتے ہیں اور جب مشرقی چالوکیوں کے فرمانروا وِمالادِتیا (۱۰۲۲-۱۰۱۱ء) نے راجہ راجہ کی لڑکی سے شادی کر لی اور اس کے جانشین چولوں اور مشرقی چالوکیوں کے مشترکہ تخت پر متمکن ہو گئے تو یہ بادشاہ تمام جنوب کی قسمتوں کے مالک بن گئے ؛

دسویں صدی کے آخری حصے کی عام تاریخ کی طرف رجوع ہونے سے

---

۵۱ ایپی گرافیا انڈیکا جلد ۹ صفحہ ۳۴۹ ؛
۵۲ ڈاکٹر فلیٹ ان کے کامل زوال کی تاریخ ۹۷۰ء بتاتا ہے۔ بمبئی گزیٹیر جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۳۲ ؛

پیشتر مشرقی چالوکیوں کا بیان ختم ہو جانا چاہیئے۔ وما لا دتیا[۱] نے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا، چولا فرمانروا راجہ راجہ کی لڑکی سے شادی کی، اس کے بیٹے[۲] نے ایک اور چولا شہزادی سے شادی کی اور یہی اس کے پوتے نے کیا جن میں سے ہر ایک خاتون بادشاہ کی بیٹی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ ان شادیوں کے بچوں کے دلوں میں چولوی اثر پیدا ہونے لگا۔ یہ امر تحقیق نہیں ہے کہ آخری اتحاد چالوکیوں کے حملے سے پیدا ہوا یا چولوں کی اولاد نرینہ نہ ہونے سے لیکن ۱۰۷۰ء میں مشرقی چالوکیوں کا راجہ راجیندرا چولا تخت پر رونق افروز ہوا اور اپنا نام کولوٹنگا چولا دیو اول اختیار کیا اس واقعے کے بعد سے تاریخ میں اس کو چولا ہی سمجھا جاتا ہے

۳۳۵ ایک تامل نظم جس کا حوالہ ڈاکٹر فلیٹ نے دیا ہے، بیان کرتی ہے کہ اس کا دارالسلطنت چولوں کے ملک میں تھا لیکن وہ اپنا دربار کانچی میں کرتا تھا جو پلو کا سابق دارالحکومت تھا اور جن کی سلطنت کا اب خاتمہ ہو چکا تھا، بلہن کی وکرمانکا دیو چرتر سے ظاہر ہوتا ہے کہ راجیندرا نے جس کو وہ راجیگا کے نام سے پکارتا ہے چولوں کا تخت غصب کیا اور اس کے جائز وارث چولا ادھیراجا کو بے دخل کیا اس واقعے کا امکان ہو سکتا ہے۔ تحقیق شدہ امر یہ ہے کہ ۱۰۷۰ء کے بعد مشترکہ ملک چولا کے نام سے موسوم ہوا۔ اور وینگی ایک صوبے کا صدر مقام ہو گیا جس پر چولا خاندان کا ایک شہزادہ حکومت کرتا تھا بس یہاں مشرقی چالوکیوں کی تاریخ ختم ہو جاتی ہے (تاریخ کے لئے دیکھو ایپی گرافیا انڈیکا جلد ۴ صفحہ ۳۳۵)

جنوب دسویں صدی کے خاتمے پر	یہ دیکھ کر کہ گیارھویں صدی جنوبی ہند کی ایک نہایت اہم صدی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دسویں صدی

---

[۱] ڈاکٹر فلیٹ کا اس تاریخ کا خلاصہ انڈین انٹیکویری جلد ۲۰ صفحہ ۲۷۷ وغیرہ۔

[۲] راجہ راجہ راج مندری میں رہتا تھا (۱۰۲۲ - ۱۰۶۳) مہابھارت کے اول تامل مترجم ننایا بھٹہ نے بموجب روایت راجہ راجہ کے حکم سے راج مندری میں اپنی کتاب لکھی۔

کے ختم پر صورت حالات کا مشاہدہ کریں، اس وقت مشرقی چالوکیے اندرونی نزاع کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے، مغربی چالوکیے پھر ایک دفعہ فتحیاب ہو گئے اور مغربی سمندر سے مشرقی چالوکیوں کی سرحد تک تمام دکن پر فرمانروائی کرتے تھے۔ ان کے ماتحت بہت سے طاقتور موروثی خاندان تھے، دوسرے خاندانوں میں کنڈی کے راٹ، ہانگل اور بنواسی کے کدمب، کولھاپور کے سلاہارا جو تگارا میں حکومت کرتے تھے (ایک نہایت قدیم شہر جس کو حال میں ڈاکٹر فلیٹ نے ضلع عثمان آباد علاقہ نواب نظام الملک کے تیر سے[۱] تعبیر کیا ہے) اور رام برا گا یا یل برگا کے سندا تھے، ان میں سے بیشتر قدیم چالوکیوں اور راشٹر کوٹوں کے جاگیردار تھے اور اب وہ پھر مغربی چالوکی سیادت کے مطیع ہو گئے، مشرقی ساحل پر مشرقی چالوکیوں کے شمال میں کلنگا کے گنگا تھے، میسور کا ملک حسب معمول زیادہ منقسم تھا اس کے بڑے حکمراں خاندانوں میں تلکاڑ کے مغربی گنگا اب کمزور ہو گئے تھے اور چولوں نے ان کے علاقے کا ایک حصہ دبا لیا تھا، پلو اس وقت تک پامال ہو چکے تھے، چولا سرعت کے ساتھ ایک بڑی طاقت بن رہے تھے، پانڈیے اپنے ملک پر حکمرانی کر رہے تھے لیکن وہ کچھ زیادہ قابل لحاظ نہیں، اور راشٹر کوٹا تاریخ سے غائب ہو گئے تھے۔

اس مقام سے ہم اول دکن کی دو صدیوں کی تاریخ کا نقشہ کھینچیں گے اور انتہائے جنوب میں جو واقعات اس عہد میں گزرے ان کی رفتار کا خاکہ قائم کر کے بارھویں صدی کے ختم سے نیا دور شروع کریں گے۔

مغربی چالوکیے مغربی چالوکیوں کی سلطنت کا دوبارہ قائم کرنے والا تیل دوم ۹۷۳–۹۹۷ء میں مر گیا، دو تین بادشاہوں کو جن کا حال بہت کم معلوم ہے چھوڑ کر ہم جیسمہا دوم (۱۰۱۸) پر آتے ہیں

---

[۱] جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی بابت ۱۹۰۱ صفحہ ۵۳۷۔
[۲] ایپی گریفیا انڈیکا جلد ۴ صفحہ ۲۲۱۔

جس نے مالوے کے راجہ بھوج اور چولا فرمانروا راجیندرا سے جنگ کی، اُسکے بعد سنہ ۱۰۴۰ء کے قریب سومیسوار اول (اہومل) تخت نشین ہوا جس نے کلیانی کو اپنا مستقر بنایا، ایک کتبے میں مرقوم ہے کہ اس کے عہد میں ایک سال، سنہ ۱۰۰۶ء سے پیشتر، چولوں نے اس کے علاقے پر حملہ کیا لیکن وہ پسپا کر دیئے گئے اور ان کا سردار تنگ بھدرا کے کنارے مارا گیا، بلہن بھی اس قصے کی تصدیق کرتا ہے، وہ لکھتا ہے کہ سومیسور کانچی تک بڑھا چلا گیا اور اس نے چولوں کے دارالسلطنت کو تباہ کر دیا اور اس کے حکمراں کو جنگلوں میں بھگا دیا اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اس کا اشارہ قدرتاً چولوی کتبات میں نہیں ہونا چاہیئے، لیکن ہمارے پاس اُس طرف کا ثبوت بھی موجود ہے کہ چولا اُس زمانے میں مغربی چالوکیوں سے جنگ کر رہے تھے کیونکہ بعض چولوی کتبات بیان کرتے ہیں کہ ان کے بادشاہ نے سومیسور کو گُتم پر (بالائے تنگا پر)[۵۱] شکست دی، ادھر ہمارے پاس ایک کتبہ بیلا تُور واقع میسور کا موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ راجیندرا چولا اول نے سنہ ۱۰۲۳ء[۵۲] سے قبل گنگوں کا ملک فتح کیا، اور ایک دوسرے کتبے[۵۳] میں جو سنہ ۱۰۴۶ء کا کندہ ہے، راجہ دھراجا چولا کی بابت مذکور ہے کہ اس بادشاہ نے چیرا فرمانروا کے محل پر قبضہ کر لیا، نیز اس نے تنگ بھدرا کے کنارے کمپلی کی گڑھی کو فتح کیا اور وہاں چالوکی فرمانروا کے محل کو جلا دیا[۵۴]۔

صفحہ ۳۳۶

---

۵۱ ہلش کی کتاب جنوبی ہند کے کتبات، جلد دوم صفحہ ۳۰۳، سوم ۳۲، ۳۳، ۵۱، ۵۸، ۶۴،

۵۲ ایپی گریفیا انڈکا جلد ۶ صفحہ ۲۱۔

۵۳ ایپی گریفیا انڈکا جلد ۶ صفحہ ۲۱۶۔

۵۴ راجہ دھراجا کا عہد سلطنت (۱۰۱۸ سے ۱۰۵۲) بہت اہم تھا، کتبات ظاہر کرتے ہیں کہ اس نے پانڈیوں، کیرالون اور لنکا کے چار بادشاہوں کو شکست دی اور اُس واقعے کی تصدیق سنگھالیوں کی مہاومسہ (باب ۵۶) سے ہوتی ہے، یہ امر البتہ کامل طور پر ثابت نہیں ہوا ہے کہ وہ اہومل کے خلاف جد و جہد میں کامیاب رہا بلکہ ایک چالوکی کتبہ

معلوم ہوتا ہے کہ سومسور کاپچی سے شمال کی جانب مراجعت کرتے وقت سدوھام (سدھوٹ) اور سری سیلم سے گزرا، جہاں اس کی خیراتوں کی یادگاریں اب تک پتھروں پر کندہ دکھائی دیتی ہیں، سومسور نے مالوہ کے راجہ بھوج اور کلچری کے راجہ کرن سے جنگ کی آخر الذکر کی بابت معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اس نے کلنگا کو فتح کرلیا تھا سومسور کے بیٹوں میں سے ایک صوبہ نولمبوارڑی پر حکومت کرتا تھا اس نے تنگ بھدرا پر کمپلی کو اپنا دارالسلطنت بنایا یہ بادشاہ ۱۰۶۹ء میں فوت ہوا، اس کی موت کا حال بہانا نے لکھا ہے اور ڈاکٹر بھنڈارکر نے اس قصے کا اس طرح اختصار کیا ہے (ارلی ہسٹری آف دی دکن" بمبئی گزیٹیر جلد اول حصہ دوم صفحہ ۲۱۵-۶) :-

"جب اس نے دیکھا کہ اس کا وقت قریب آپہنچا تو اسے اس کی خواہش کے بموجب تنگ بھدرا پر پہنچا دیا گیا، اس نے دریا میں غسل کیا اور بہت سا سونا خیرات کیا پھر دریا میں اتر کر آگے بڑھنے لگا حتیٰ کہ پانی اسکی گردن تک آگیا اور وہ لہروں اور باجوں کے شوروغل میں ڈوب گیا"

صفحہ ۴۴۳

اس کا بیٹا سومسور دوم قلیل عرصہ حکمراں رہا اس کو اس کے ایک بھائی وکرمادیتا ششم نے معزول کر دیا۔ اس وقت کے حالات قابل بیان ہیں وکرمادیتا اپنے باپ کی فوجوں کا ان کی کامیاب جدوجہد میں سپہ سالار تھا، اپنے بھائی کی تخت نشینی پر وکرمادیتا نے اس کی اطاعت مان لی لیکن جلدی ہی تنازع پیدا ہو گیا اور بڑھتے بڑھتے نوبت یہاں تک پہنچی کہ شاہی خاندان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی جس میں وکرمادیتا نے اپنے بھائی کی سپاہ کو شکست دی، اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے لیئے لڑائیاں شروع کر دیں، گوآ کے کدمبوں کا سردار جیکیشی اول اس کا مطیع ہو گیا اور یہی مالابار کے کرالوں نے کیا، ادھر کودل سنگاما پر چولوں کے ہاتھ سے زک اٹھا کر اس نے عارضی صلح کرلی، اس کے بعد چولوں میں ایک انقلاب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کے بموجب اس نے جنگ کوپم میں اپنی جان دی ہو

برپا ہوا۔ اور اخیر میں مشرقی چالوکی راجہ راجیندر اندکو رہ بالا طریقے سے چولوں کے تخت پر قابض ہوگیا یہ واقعہ ۱۰۷۰ء کا ہے وکرمادیتا نے، جس نے ایک چولا شہزادی سے شادی کی تھی، راجیندرا کے ساتھ بندوبستی کرکے اپنی بیوی کے بھائی کو چولا کے تخت پر بٹھا دیا، لیکن جوں ہی اس نے بیٹھ پھیری راجیندرا تخت پر مسلط ہوگیا، پس وکرمادیتا کانچی کی طرف بڑھا لیکن راجیندرا کی تجویز پر سوسورتے اس کے عقب پر حملہ کیا اس کے بعد جو لڑائی ہوئی اسمیں وکرمادیتا کو کامل فتح ہوئی، اس نے سوسورہ کو معزول کیا اور خود چالوکی تخت پر قابض ہوگیا، معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں اس کی تاجپوشی ۱۰۷۶ء میں ہوئی ہے

وکرمادیتا کا عہد طویل اور مقابلتہً پرامن تھا وہ آزاد خیال غیر مذہب کا روادار اور علم پرور تھا، بلہن کو اسی کے زمانے میں عروج ہوا اور وہ اس کے دربار کا بڑا پنڈت بن گیا، اس نے کتاب قانون میتاکشرا کے مصنف وجنانیسور کو اپنی سرپرستی میں لے لیا، ۱۰۹۵ء میں اس نے ایک بودھی بہار کے لئے امداد منظور کی، یہ عطیہ بودھ مذہب کے زوال کے وقت اس کے ساتھ آخری شاہی نوازش تھی، بلہن کہتا ہے کہ بادشاہ کے بھائی جیسمہا نے اس سے سرکشی کی اور ایک مقابلے کی جنگ میں زک پائی، لیکن اس کے وقت کا سب سے اہم سیاسی واقعہ ہوئی سالون کا عروج تھا تلکاڑ کا گنگا خاندان چولوں پانڈیوں اور دوسروں کے آئے دن کے حملوں سے اس زمانے میں چند سال سے بالکل کمزور ہو رہا تھا اور گیارھویں صدی کے وسط کے قریب ہوئی سالون نے طاقت پکڑی یہ ایک جاگیردار خاندان تھا جو دورسمدرا میں سکونت رکھتا تھا، یہ مقام میسور میں اس وقت ہلے بیڈ کے نام سے مشہور ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہانگل اور بنواسی کے کدمبوں سے متواتر جنگ کرتے رہے جن کو کچھ عرصے بعد انھوں نے بے دخل کیا ہوئی سالون کا سردار ونایادتیا ایک مشہور جنگجو تھا، اور اس کا بیٹا ایریانگ

میں (غالباً چالوکیوں کے تحت میں) مالوہ کے راجہ بھوج سے لڑا، وکرمادیتا
کے عہد میں ہوی سالوں نے چالوکیوں کے جنوب مغربی علاقوں پر اچانک
حملہ کیا جن پر یل پرگہ کے سندا خاندان کا ایک راجہ اَچ یا اُچگی راج کرتا تھا،
صفحہ ۳۳۸ اس سے حملہ آوروں نے شکست کھائی، اَچ یا اُچگی نے گوا کے کدمبوں
کی ایک بغاوت کو بھی فرد کیا، ان کے دارالسلطنت پر قبضہ کر کے اس کو
آگ لگادی، علاوہ ازیں قریباً ۱۱۱۷ء میں اس نے بھوج کے ایک حملے
کو بھی پست کیا جو کراڑ کے سلہارا جاگیرداروں میں سے تھا ہمارے پاس
یہ معلوم کرنے کے ذرائع نہیں ہیں کہ کن امور نے ان بڑے ماتحت خاندانوں
کو ان کوششوں پر ابھارا لیکن ان سے بادشاہ بہت سی دقتوں میں ضرور
پڑ گیا، ونایادتیا کے بیٹے بلال اول کو ۱۱۰۳ء میں ہوی سالوں کی سرداری
مل گئی، اس نے ہم چا علاقہ میسور کے سانتر راجہ سے جنگ کی اور اس پر غالب آیا
اس کے جانشین وشنو وردھن عرف بٹی گا نے گنگوں کے دارالحکومت
تلکاڑ پر قبضہ کیا اور گنگوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا جو اس کے بعد
تاریخ سے معدوم ہو جاتے ہیں، چولا مشرقی چالوکیوں سے مخلوط ہو کر اب
بہت طاقتور بن گئے تھے اور انھوں نے اس عہد میں مغربی چالوکیوں
کے کرنول کے علاقوں کو سنبھالے رکھا کیونکہ اس وقت کتبے موجود ہیں
جو ثابت کرتے ہیں کہ ۱۱۱۶ء اور ۱۱۲۳ء میں چولوں کی سیادت اس
حصے پر قائم تھی (کرنول ڈسٹرکٹ مینوئل صفحہ ۲۱) البتہ معلوم ہوتا ہے کہ قبضہ
کچھ طویل نہ رہا۔

وکرمادیتا کے بعد ۱۱۲۶ء میں سومسور سوم چالوکی تخت پر بیٹھا
اس کا زمانہ پر امن رہا اور یہی حالت اس کے جانشین جگدیک مل دوم (۱۱۳۸-۱۱۵۰ء)
کے عہد میں رہی، صرف کدمبوں اور ہوی سالوں نے چند یورشیں کیں جن کا مقابلہ
باجگزار سندا سردار پرمادی اول نے کامیابی کے ساتھ کیا، اس نے
حملہ آور ہوی سالوں کا تعاقب ان کے دارالسلطنت دورسمدر تک
کیا لیکن باوصف ان کامیابیوں کے چالوکیوں کی طاقت اب

گھٹنے لگی تھی مشہور وشنو مصلح رامانج اس عہد کا ہے اگرچہ اس کی صحیح تاریخ مشتبہ ہے ایک ہندو مصنف اس کو ۱۱۲۷ یا ۱۱۲۸ء بتاتا ہے۔

جگدیک مل کے بعد تیل سوم (۱۱۵۰ - ۱۱۵۶) تخت نشین ہوا، جس کے ساتھ چالوکی بادشاہت کا بالکل خاتمہ ہو گیا، بجل کلچری نے جو تیل کا سپہ سالار تھا، اس کی اطاعت سے سرکشی کی اور کوٹھا پور اور دوسرے سرداروں کی مدد سے تیل سوم کو ۱۱۵۶ء میں تخت سے علیحدہ کر دیا، بدنصیب شہنشاہ نے ورنگل کے کاکتیا خاندان کے راجہ پر دوا سے ایک اور زک اٹھائی اور ۱۱۶۲ء میں جلا وطنی میں مر گیا۔

بجل نے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور ۱۱۶۷ء تک حکمراں رہا جبکہ اس نے اپنے بیٹے سوودی دیو (جس کی آخری معلومہ تاریخ ۱۱۷۷ء ہے) کے لئے تخت خالی کر دیا۔ یا جیسا کہ ایک عجیب قصہ مشہور ہے اس کو اس کے وزیر بسّو نے قتل کر دیا جو شیو پرستوں کے ایک مذہبی فرقے لنگایتوں کا پیشوا تھا ڈاکٹر فلیٹ پہلے قصے کی صحت پر یقین کرنے کی صفحہ ۳۳۹ قوی وجہ ظاہر کرتا ہے اس خاندان کے تین شہزادے جلد جلد یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے اور ۱۱۸۳ء میں خاندان مغربی چالوکیہ کچھ عرصے کے لئے دوبارہ قائم ہو گیا، اس وقت خاندان چالوکیا تیل سوم کے بیٹے سومیسور چہارم کی وجہ سے ایک مدت کے لئے پھر قائم ہو گیا ہم اس کا ذکر صرف چھ سال بعد تک سنتے ہیں جس کی آخری تاریخ ۱۱۸۹ء ہے مغربی چالوکیوں اور کلچریوں پر شمال سے دیوگری کے یادوان اور جنوب سے ہوی سالون نے یورش کی اور ۱۱۹۲ء تک دونوں حکومتوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

اسی پُر شور زمانے میں مشہور ہیئت داں اور سدھانتا سیرومانی کے مصنف بھاسکر آچاریہ کو عروج ہوا، وہ ۱۱۱۴ء میں پیدا ہوا تھا۔

ہوی سال | ۱۱۹۱-۱۱۹۲ء میں ہوی سال کے فرمانروا ابلال دوم نے بادشاہی القاب اختیار کئے قبل ازیں وہ چالوکیوں

کی اس کوشش پر پانی پھیر چکا تھا جو انھوں نے دکن میں دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کے لیئے کی تھی اور دیوگری کے یادو راجہ بھلّم کو گدک کے قریب لک کنڈی پر شکست فاش دی، یادو راجہ معلوم ہوتا ہے اسی میدان جنگ میں مارا گیا، پھر بلاّل دکن کے ایک بڑے حصے پر حکمراں ہو گیا جس کو اس نے مرتے دم یعنی ۱۲۱۱-۱۲۱۲ء تک زیر فرمان رکھا، بھلم کے خلاف جدوجہد کے دوران میں بلال دوم نے کرشنا کو عبور کیا اور بلاری گوٹی اور کرد گود کے گردونواح کے ملک کو مطیع کیا،

اس قطعہ کی تاریخ کو بارھویں صدی کے ختم تک بیان کرنیکے بعد اب ہم جنوبی حکومتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں؛

چولا ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ مشرقی چالوکیے چولوں کے ساتھ متحد ہو گئے اور راجیندر اچالوکی نے ۱۰۷۰ء میں چولا تخت حاصل کیا، اس کے بعد وہ کلوتُنگا چولا اول کے نام سے مشہور ہوا اور تمام متحدہ سلطنت حکومت چولا بن گئی، ایکو بالکل پامال ہو گئے اور ان کا صدر مقام کانچی چولوں کا دارالحکومت بن گیا، پانڈیے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مغلوب ہو گئے تھے کیونکہ وہ پھر کبھی اپنے گزشتہ عروج کو نہیں پہنچے اور چولوی کتبے صاف طور پر ان کی شکست بیان کرتے ہیں (ایپی گریفیا انڈ کا جلد ۵ صفحہ ۱۰۴) پانڈوی شہزادوں کی بابت ہمکو معلوم ہے کہ وہ مختلف مقامات پر حکومت کرتے تھے یعنی شمالی میسور کے گردونواح اور علاقہ نولمبوارڑی پر ۱۰۱۱ء سے تقریباً ۱۱۱۰ء تک اور گوئی پر ۱۲۵۳ء تک فرمانروا رہے لیکن وہ حکمراں خاندانوں کے باجگزار تھے، ۱۲۵۰ء میں ہم ایک سندرا پانڈیا کا ذکر سنتے ہیں جو ہوی سالوں[۱] سے لڑا اور ۱۲۵۱ء اور ۱۲۶۴ء کے درمیان بہت سے نام اور سن مشہور رہیں (ایپی گریفیا انڈ کا جلد ۷ صفحہ ۱۷ وغیرہ)

---

[۱] یہ جاتا ورمن سندرا اول (۱۲۵۱ - ۱۲۶۸ء) ہے اسی نام کے ایک اور بادشاہ کا ذکر مارکو پولو نے کیا ہے جو اس کو سندر بندی کے نام سے پکارتا ہے

لیکن یہ فرض کرنا زیادہ قرین احتیاط معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۷۰ء کے بعد دولت چولا جنوبی ہند میں سب سے بڑی طاقت تھی اس کا تعلق زیادہ تر لنکا سے رہا ؛ صفحہ ۲۴۰

۱۰۶۵ء (۹) میں سیلون کے تخت پر ایک غاصب وجایا باہو اول نے قبضہ کیا اور چند سال بعد حملہ آوروں کو شکست دی، پراک راما باہو اول (۱۱۶۴-۱۱۹۷ء) کے زیر فرمان سنگھالیوں نے چولوں اور پانڈیوں کے علاقوں پر حملہ کیا اور وہ تسخیر مدرا کا دعویٰ بھی کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ فوراً واپس ہو گئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حملے سے ان کو بہت کم فائدہ ہوا، اس کے بعد سے تامل طاقت سیلون میں بڑھنے لگی ؛

جنوبی ہند بارھویں صدی کے ختم پر

جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں یہ امر قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ آگے چلنے سے پہلے بارھویں صدی کے ختم پر صورت حالات کا مطالعہ کریں اس وقت دراصل چولوں کی سیادت تمام جنوب پر چھائی ہوئی تھی اگرچہ پانڈیے ابھی تک مدرا میں حکومت کرتے تھے اور چولا اپنے ادر نلگور کے علاقوں میں محدود تھے، ان کے شمال میں ورنگل کے کاکیتیوں نے تلنگی ملک پر تسلط کر لیا تھا جس پر مشرقی چالوکیے حکومت کرتے تھے، گنپتیوں کے شمال میں اڑیسہ کی حکومت واقع تھی دکن میں شمال سے دیوگری کے یادو اور جنوب سے ہوی سالے فوقیت کے لئے جہد کر رہے تھے اور گوا کے کدمبے اور راٹ جنوبی کونکن اور بالائی گھاٹ کے حصوں کے لئے جھگڑ رہے تھے، یہ آخر الذکر بہت جلد یادوؤں کے ہاتھ سے تباہ ہو گئے ؛

کاکیتیے۔

ورنگل کے کاکیتیوں کا ایک خاندان تھا جس نے جہاں تک کہ موجودہ قلیل مرقومات سے اخذ کیا جا سکتا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مار اور ماگلا سیکھا را و شتہ (۱) کا کلیس دیوی ہے ۱۲

کبھی نسلوں تک اُس ملک کے بہت بڑے حصے پر حکومت کی جو آجکل نواب نظام الملک کا علاقہ ہے لیکن ہمیشہ بڑے خاندانوں کے جاگیرداروں کی حیثیت سے رہے، سلطنت کے تازہ انقلابوں سے اور بہت سی بڑی ماتحت ریاستوں کے مانند ان کو آزاد کر دیا تھا اور وہ پھیلنے لگے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشرقی چالوکیوں کا (جو اب چولا کہلاتے تھے) گوداوری اور ساحل تک کرشنا کے آس پاس کا علاقہ ۱۱۸۰ء سے پہلے فتح کر چکے تھے،

یادَو | تیرھویں صدی کے آغاز میں دکن میں سب سے بڑی دلچسپی دیوگری کے یادووں اور ہوی سالوں میں مرکوز ہو جاتی ہے یادووں کا یہ خاندان عموماً دیوگری کا سمجھا جاتا ہے حالانکہ تیرھویں صدی کے اوائل تک یہ مقام ان کا دار السلطنت نہیں بنا تھا، وہ ایک حکمران باجگزار خاندان سے تھے لیکن چالوکیوں کے زوال کے بعد آزاد ہو گئے اور دکن کی بادشاہت کے لئے کلچری اور ہوی سالوں سے جنگ کرنے کو جنوب کی طرف بڑھے، کلاچریوں کو مغلوب کرنے کے بعد یادووں کے سامنے اب ہوی سالے رہ گئے، بھلّم نے ۱۱۸۷ء میں بادشاہی لقب اختیار کیا وہ جیسا کہ پیشتر بیان کیا گیا لک کنڈی میں مارا گیا، اس کے بیٹے جے تُنگی (۱۱۹۱-۱۲۱۰) کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ تلنگوں کے سردار یعنی ورنگل کے کاکتیا راجہ رودرا پر غالب آیا اور اس نے ڈگنیتی خاندان کے ایک شہزادے کو قید خانے سے آزاد کیا جو اس کی بدولت اندھرا ملک کا مالک بن گیا، خواہ یہ واقعہ پیش آیا ہو یا نہ آیا ہو معلوم ہوتا ہے کہ کاکتیے یادووں کے مقابلے میں کامیابی کے ساتھ جمے رہے، دوسرا بادشاہ سنگھن (۱۲۱۰-۱۲۴۷) مسلسل جنگ کرتا رہا، وہ گجرات اور مالوے میں کامیابی کے ساتھ لڑا لیکن جہاں تک جنوبی ہندوستان کا تعلق ہے اس کی بڑی کامیابیاں یہ تھیں کہ اس کے وائسرائے ویچن نے ہوی سالوں کو کامل شکست دی جس میں بہت سا دکن کا علاقہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا، علاوہ ازیں اس نے سلہاروں، راٹوں اور گوا کے کدمبوں کو بھی شکستیں دیں، سنگھن نے

صفحہ ۳۴۴

فلکیات کے مطالعے کا شوق بڑھایا اور بھاسکر آچاریہ کے خاندان کے دو شخص یعنی اس کا پوتا چانگ دیو اور بڑا بھتیجا اننت دیو اسکے دربار کے سب بڑے منجم تھے، دکھن کا دعویٰ ہے کہ وہ جنوب میں اتنی دور بڑھ گیا کہ کاویری کے نواح میں اس نے فتح کی یاد میں ایک مینار قائم کیا، سنگھن کا جانشین کرشنا دوم (۱۲۴۷-۱۲۶۰) ہوا اور اس کے بعد مہادیو (۱۲۶۰-۱۲۷۱) تخت پر بیٹھا، اس نے بھی راٹوں سے جنگ کی اور اس مرتبہ ایسی کامیابی ہوئی کہ ان کو بالکل مطیع و منقاد کر لیا، اس نے ہوئی سالوں کو بھی رعب و داب میں رکھا کرشنا اور مہادیو دونوں غالباً ورنگل کے کاکتیوں سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے مہادیو کی بابت ایک کتبے میں مذکور ہے کہ ورنگل کے لوگ اس کی طاقت سے اس قدر خائف ہو گئے کہ انھوں نے اپنے تخت پر ایک عورت کو بٹھایا تاکہ اس کی دست درازی سے محفوظ رہیں اس کتبے میں گنپتی رانی رودراما کا بھی حوالہ موجود ہے جو گنپتی دیو کی بیوہ[1] تھی۔ اور جس نے ۱۲۶۰ء سے ۱۲۹۵ء تک حکومت کی، اسی ملک کے عہد میں وینس کے سیاح مارکوپولو نے ہندوستان کے شرقی ساحل کی سیر کی، وہ لکھتا ہے (یول yule طبع دوم ۲۹۵) کہ اس ملک پر ایک عورت نہ صرف چالیس سال سے حکمرانی کر رہی ہے بلکہ اس نے سلطنت کا انتظام اپنے خاوند کی طرح بلکہ اس سے بھی بہتر کیا اور چونکہ وہ عدل و انصاف اور امن کی دلدادہ تھی اس کی رعایا اس سے اس قدر محبت کرتی تھی کہ اس سے پیشتر اس نے اپنے کسی راجہ یا رانی سے نہیں کی۔ مہادیو کا سب سے بڑا مشیر کار مشہور مصنف ہیما دری تھا، تامل ملک میں جو نظمیں تنّل کے نام سے مشہور ہیں وہ اوائل تیرھویں صدی کی ہیں۔

ہوئی سال ہوئی سال جو تیرھویں صدی کے شروع میں بہت طاقتور تھے لیکن شمال میں یادووں سے دب گئے تھے

---

[1] یا ممکن ہے کہ بیٹی ہو۔

اب اپنی تمام کوششیں اپنے جنوبی غنیموں کو پامال کرنے میں صرف کر رہے تھے، ان کے بادشاہ نرا سمہا دوم نے اپنا عہد حکومت سنہ ۱۲۲۲ع میں چولا ملک پر ایک مہم سے شروع کیا، اس میں کامیاب ہو کر بعد ازاں اس نے سنہ ۱۲۳۱-۲ع میں ایک اور مہم ترتیب دی تا کہ چولا راجہ کو پلّو کے سردار پیرن جنگ دیو کے پنجے سے چھڑائے، اس کا ثبوت سری رنگم کے کتبوں سے بھی ملتا ہے[1] یادوی یورشوں کی وجہ سے نرا سمہا دوم کے بہت سے شمالی علاقے اس کے ہاتھ سے نکل گئے، اس کے جانشین بیٹے ویر سومیشور (۱۲۳۴-۱۲۵۴) نے سری رنگم کے قریب وکرما پورہ (موجودہ کنانور) کو اپنا پایہ تخت بنایا، یہ واقعہ سنہ ۱۲۴۳ع[2] سے پیشتر کا سمجھنا چاہیئے، اس تاریخ کے بعد ہوی سالون کا اثر جنوب میں مستحکم ہو گیا، چولا راجہ راجہ سوم سنہ ۱۲۴۳ع میں فوت ہو گیا اور یہ اغلب ہے کہ اس کے ملک کے حصے بخرے ہو گئے، ایک حصہ پیرن جنگ دیو نے دبا لیا، یہ قدیم سلطنت کے خاتمے کا آغاز تھا؟؟

۲۴۳

یادوا | مہادیو کی جگہ اس کا بھتیجا رامچندر یادو تخت نشین ہوا اور سنہ ۱۳۰۹ع تک زندہ رہا وہ ہوی سالون کی سرکوبی میں کامیاب ہوا اور انکے قدیم دار الحکومت پر قابض ہو گیا، وہ اس تمام علاقے پر حکومت کرتا تھا جو پہلے مغربی چالوکیوں کے زیر فرمان تھا۔ اس کے علاوہ وہ تمام کونکن اور میسور کے ایک حصے پر فرمانروائی کرتا تھا، مشرق میں اس کی سلطنت کے حدود ورنگل کی سرحد سے ملے ہوئے تھے جنوب میں چولوں سے اس کی صلح تھی، معلوم ہوتا ہے کہ ورنگل کے گنپتی اس کے سب سے زیادہ خوفناک حریف تھے لیکن اب ان تمام حالات میں

---

[1] ایپی گریفیا انڈیکا جلد ۳ صفحہ ۱۶۰ و صفحات آیندہ

[2] ڈاکٹر ہلٹش (Hultysch) کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۱ و ۱۸۹۲ مطبوعہ بموجب فرمان مدراس گورنمنٹ مورخہ ۱۶ اگست سنہ ۱۸۹۲ع نمبر ۵۴۴ پی

ایک انقلاب ہونے والا تھا مسلمان شمال کی جانب سے چڑھے چلے آتے تھے اور جہاں تک دکن کا تعلق ہے ہندو عہد سرعت کے ساتھ خاتمے پر آ رہا تھا۔

مسلمان، علاء الدین جلال الدین شہنشاہ دہلی کے بھتیجے علاء الدین خلجی نے ۱۲۹۴ء میں دکن پر سواروں کے ایک چھوٹے سے دستے کے ساتھ حملہ کیا اور دیوگری کے سامنے اس طرح اچانک جا کھڑا ہوا کہ رامچندر دہشت زدہ ہو گیا اور حملہ آوروں کو ایک لشکر عظیم کا ہراول سمجھا، اس نے ایک معمولی سا مقابلہ کیا اور اپنے پایۂ تخت کے بالائی حصار میں قلعہ نشین ہو گیا، اس نے اجنبیوں کے سردار سے صلح کی گفتگو کی اور اس کی واپسی کے لئے ایک کثیر رقم دینی منظور کی، اس سے پیشتر کہ رقم طے پائے علاء الدین پر راجہ کے بیٹے سنکر نے حملہ کیا، اور علاء الدین نے ہندوؤں کو شکست دینے کے بعد اپنے مطالبات بڑھا دیئے قلعے میں رسد بہت کم تھی اور وہ محصور ہونے کے لئے بالکل ناقابل تھا، چونکہ محاصرہ سر پر آ پہنچا تھا رامچندر نے کامل اطاعت قبول کر لی اور زر کثیر ادا کیا اور دہلی کو سالانہ خراج بھیجنے کا وعدہ کیا علاوہ ازیں ایلچ پور اور اس کا علاقہ علاء الدین کے حوالے کیا۔

ملک کافور علاء الدین نے جواب شہنشاہ ہو گیا تھا ۱۳۰۶ء میں ملک کافور کو ایک لشکر کے ساتھ دیوگری بھیجا اور چونکہ الزام یہ تھا کہ راجہ نے خراج نہیں ادا کیا، رامچندر کو گرفتار کر کے دہلی بھیجد یا جہاں کچھ عرصے کے لئے اس کو روک لیا گیا، ۱۳۰۹ء میں جبکہ ملک کافور ورنگل کے گنپتی فرمانروا کو مطیع کرنے کے لئے دکن کو جا رہا تھا، راستے میں دیوگری ٹھہرا، راجہ نے اس کی بہت خاطر تواضع کی وہاں سے آگے بڑھا اور سلطنت ورنگل کو زک دی، ۱۳۱۰ء میں اس نے پھر دکن پر چڑھائی کی اس مرتبہ اس کا مقصد ہوئی سالون کو مطیع کرنا تھا جب وہ دیوگری پہنچا تو معلوم ہوا کہ رامچندر کا انتقال ہو گیا اور اب اس کا بیٹا

سمکر حکمراں ہے۔ وہ جنوب کی طرف بڑھا اور میسور میں داخل ہوا، دور سمندر
پر چڑھائی کر کے اس کو تسخیر کیا اور وہاں کے مندر کو لوٹا جس میں اعلیٰ قسم
کی سنگ تراشی سے کام لیا گیا تھا، ہوی سالون کو وہاں سے نکال دیا اور
ساحل مالابار تک بڑھا چلا گیا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے پانڈیوں کو کامل طور
پر مطیع و منقاد بنا لیا تھا کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سنہ ۱۳۱۰۔۱۳۲۵ء تک مدورا
پر مسلمان عامل حکمراں رہے تھے۔

سمکر کے خراج سے انکار کرنے پر ۱۳۱۲ء میں اس پر حملہ کیا گیا اور
اسکو گرفتار کر کے قتل کر دیا تمام دکن تاخت و تاراج کر دیا، مندر لوٹے گئے اور
بے شمار مال غنیمت دہلی کو بھیجا گیا، ایک کتبے کی تازہ اشاعت سے کسی قدر
ثبوت ملتا ہے کہ سنہ ۱۳۱۶ء میں کتیتی راجہ پرتاب رودرا دوم نے چولیوں کے
ملک کو فتح کیا چنانچہ کانچی اس وقت اس کا باجگزار تھا[1]، سنہ ۱۳۱۸ء میں دلی
کے شہنشاہ قطب الدین مبارک نے دکن پر فوج کشی کی تاکہ رامچندر کے
داماد ہری پال دیو کی سرزنش کی جائے جس نے اپنے خاندان کے لئے
دوبارہ حکومت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، ہری پال دیو گرفتار ہوا
اسکی کھال کھینچی گئی اور سر دیوگری کے دروازے پر لٹکا دیا گیا، اس طرح سے
یادو خاندان کا خاتمہ ہوا۔

وجیانگر سنہ ۱۳۲۷ء میں محمد تغلق بادشاہ دہلی نے ہوی سالون کی
تباہی کو تکمیل کو پہنچا دیا اور اپنی سلطنت سے ان کے علاقوں
کے الحاق کا اعلان کیا اس وقت سے تمام دکن مسلمان فاتحوں کے قدموں
میں آگیا اور ہم یہاں سے تاریخ کے بالکل ایک نئے باب میں داخل ہوتے
ہیں، جنوبی حکومتیں چند سال تک برائے نام باقی رہیں لیکن در اصل دریائے
تنگ بھدرا اور کرشنا کے جنوب کا تمام جزیرہ نما مسلمانوں کی پیش قدمی
سے خوف زدہ ہو کر دو بھائیوں کی سرداری میں متحد ہو گیا جن کی پیدائش اور

---

[1] ایپی گرافیا انڈیکا جلد ۷، صفحہ ۱۲۸۔

حسب نسب کا حال نامعلوم ہے لیکن خطرے کے وقت ان کے بہادرانہ طرز عمل نے تمام ہندوؤں کو ان کے گرد مجتمع کر دیا، چند سال کے عرصے میں ان نئے سرداروں نے ایک سلطنت قائم کی اور جنوب کی تمام پرانی حکومتوں نے اس کی اطاعت اختیار کی، انھوں نے ایک بڑے شہر وجیانگر کی بنا ڈالی جو آیندہ اس سلطنت کا پایۂ تخت ہونے والا تھا اور غالباً ہندوؤں نے اس سے بڑا اور دولتمند شہر کبھی نہیں بسایا تھا، اس کے فرمانرواؤں نے مسلمانوں کا دو صدی تک مقابلہ کیا؛

ان بھائیوں کے نام ہری ہر اور بکا تھے کہتے ہیں کہ شہور ودیارنیا یا مادھواچاریا ان کا مددگار تھا اور آخر ان کا وزیر بن گیا تھا۔[1] وجیانگر کے حکمرانوں نے بجائے راجہ کے اپنا لقب کنڑی زبان میں رایا مقرر کیا کیونکہ وہ خود نسباً کنڑی تھے اور کنڑی ملک میں ان کا دارالسلطنت واقع تھا؛

سنہ ۱۳۴۴ء میں مسلمانوں کے ایک لشکر نے اس چند روزہ حکومت سے ایسی فاش شکست کھائی کہ مورخ فرشتہ لکھتا ہے کہ کچھ عرصے کیلئے دیوگری کے علاوہ دکن کے تمام مقبوضات شہنشاہ دہلی کے ہاتھ سے نکل گئے، وہ بیان کرتا ہے کہ ہندوؤں نے یہ زبردست مقابلہ ورنگل کے تلنگوں اور میسور کے ہوی سالوں کے اتحاد سے کیا اس میں دونوں خاندانوں کا ایک ایک شہزادہ سردار تھا، ورنگل مسلمانوں سے چھین لیا گیا۔ اور وجیانگر کا بانی بھی ایک ہوی سال شہزادہ تھا؛

نئی سلطنت کو مسلمانوں کی اندرونی نا اتفاقیوں سے بڑی تقویت پہنچی کیونکہ دکن کے مسلمانوں نے اس وقت دلی کے خلاف بغاوت کی اور سنہ ۱۳۴۷ء میں گلبرگہ میں اپنی ایک علیحدہ سلطنت بہمنی قائم کی جو تقریباً ڈیڑھ سو برس تک قائم رہی اور وہی سلطنت اور اسی کے فرمانروا تھے

---

[1] یہ امر یقینی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بکا کا مشیر تھا لیکن اس میں کسی قدر شبہ ہے کہ وہ بڑے بھائی ہری ہر کا بھی مشیر تھا؛

جو وجیانگر سے کہ اس وقت متحدہ جنوبی ریاستوں کی حیثیت رکھتا تھا ہمیشہ برسرپیکار رہنے حکومت ورنگل اس کے بعد کچھ عرصے تک باقی رہی لیکن محض برائے نام تھی، اس کے شہزادے پر بہمنی سلطان نے ۱۳۷۱ء میں حملہ کیا اور اس کا سر قلم کرادیا لیکن ملک کا قطعی الحاق گلبرگے سے ۱۴۲۴ء میں ہوا، کانچی کے کتبوں سے ثبوت ملتا ہے کہ جولائی ۱۳۶۵ء میں وجیانگر میں بالکل ضم ہوگئے۔ اور قدیم پانڈوی دارالسلطنت مدرا میں پھر ہندوؤں کی حکومت قائم ہوئی اس کو بکا رایا کے بھتیجے کامیانہ دوم نے بحال کیا (ایپی گرافیا انڈیکا جلد ۶ صفحہ ۳۲۴ و آئندہ) اس کے بعد سے مدرا بھی وجیانگر کا ایک صوبہ بن گیا۔

ہندوؤں اور ان کے حملہ آوروں کے محاربات عظیم میں سے پہلی جنگ ۱۳۶۶ء میں شروع ہوئی اس میں سلطان محمد شاہ بہمنی نے پیشدستی کی وہ شروع میں مدگل واقع دوآبہ رائچور میں روکا گیا لیکن آخرکار اس نے وجیانگر کے بکا کو شکست دی اور آخرالذکر ادھونی کو فرار ہوگیا جس پر سلطان نے حملہ کیا اس کے بعد ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں ہندو ہار گئے، اور وجیانگر کا محاصرہ ہوگیا، محاصرے میں ناکامی ہوئی لیکن اس سے پیشتر کہ سلطان محمد شاہ شمال کی جانب واپس ہو اس نے ملک کو بیرحمی سے ویران اور باشندوں کو قتل کیا، محمد کے جانشین مجاہد نے پھر ۱۳۷۵ء میں جنگ کا اعلان کیا، ادھونی تسخیر اور وجیانگر دوبارہ محصور ہوا ہندوؤں نے وجیانگر کی نہایت تندہی سے حفاظت کی اور سلطان کی لاپروائی اس کے لیے مہلک ثابت ہوئی مگر وہ بال بال بچ گیا۔ حملہ آور جب شہر میں داخل ہونے کا کوئی راستہ نہ بنا سکے تو ادھونی کو

۳۴۵ واپس ہوگئے اور جب وہاں بھی ناکام رہے تو وطن کا رخ کیا، ۱۳۷۸ء میں مجاہد قتل کردیا گیا اور کچھ عرصے کے لئے امن ہوگیا، دوسرے سال بکا مرگیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ہری ہر دوم مسند آرا ہوا ایک کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس راجہ نے مسلمانوں کو گوا سے بدر کردیا لیکن

اس کے سوا اس کے عہد کے متعلق بہت کم حال معلوم ہے، اس کے بعد سنہ ۱۳۹۹ء
میں اس کا بیٹا بکا دوم تخت نشین ہوا جس نے اپنے باپ کی وفات سے
ذرا قبل سلطان فیروز شاہ سے ایک تباہ کن شکست کھائی اور بھاگ کر
وجیانگر میں پناہ لی تھی، بکا نے خراج دینا بند کر دیا لیکن اور ہر طرح امن کے ساتھ
حکومت کی سنہ ۱۴۰۶ء میں دیو رایا اول تخت پر بیٹھا اور فوراً اپنی احمقانہ حرکت
کی وجہ سے بہمنیوں سے جنگ چھیڑ دی وجہ یہ ہوئی کہ مدگل میں کسی کسان
کی حسین لڑکی تھی جس کو اپنے محل میں داخل کرنا چاہتا تھا اس کوشش میں
اس نے مسلمانوں کے علاقے پر چھاپا مارا، فیروز شاہ پھر کامیاب ہوا
اور وجیانگر کو پھر ایک بار محصور ہونا پڑا، اس موقع پر رایا کو اس قدر تنگ
اور مجبور کیا گیا کہ اس نے دشمن سے پیچھا چھڑانے کے لیے اپنی بیٹی سلطان
بادشاہ کو بیاہ دی، فرشتہ لکھتا ہے کہ فیروز شاہ اپنے خسر سے بڑے اخلاق
کے ساتھ پیش آیا اور اس نے ہندو شہر میں اس کے استقبال کی شان و شوکت
کا حال بھی بیان کیا ہے۔

سنہ ۱۴۱۹ء میں دیو رایا دوم کے عہد میں پھر جنگ ہوئی فیروز شاہ
نے قلعہ پانگل کو جو سلطنت ورنگل کا تھا، سر کرنے کی کوشش کی، رایا نے
اپنے ہم مذہب کی حمایت میں پیشقدمی کی اور مسلمانوں پر کامل فتح پائی،
فیروز شاہ سنہ ۱۴۲۲ء میں فوت ہو گیا، اس کی جگہ احمد شاہ اول تخت پر بیٹھا،
اس نے فوراً نہایت دلاوری کے ساتھ دیو رایا پر یورش کی اور ایسی کامیابی
حاصل کی کہ ہندو پھر اپنے دار السلطنت کو بھاگ گئے[1] اگلی سال کا بقایا خراج
ادا کرنے پر صلح ہوئی اور سلطان نے گلبرگے کو مراجعت کی، ورنگل کے کاکتیا
خاندان کی کامل بربادی سنہ ۱۴۲۴ء میں ہوئی جبکہ سلطنت بہمنی فاتحانہ طور
سے مشرقی سمندر تک پہنچ گئی۔ وجیانگر کی حالت جو سنہ ۱۴۴۳ء میں تھی اس کا
ایک واضح بیان ہمارے پاس موجود ہے اس کو ایک سفیر عبد الرزاق نے

---

[1] فرشتہ اس واقعے کو سنہ ۸۲۸ھ (مطابق سنہ ۱۴۲۴ و ۱۴۲۵ء) کا بتاتا ہے۔

قلمبند کیا تھا، جو ایران سے دیوراۓ دوم کے دربار میں بھیجا گیا تھا وہ ان خوفناک واقعات کو بھی بیان کرتا ہے جو اس وقت ظہور میں آئے جب بادشاہ کے بھائی نے بادشاہ کو قتل اور تخت حاصل کرنے کی کوشش کی۔

۱۴۴۳ء میں دوآبہ رائچور کا متنازعہ فیہ علاقہ ایک قلیل عرصے کے لئے ایک مرتبہ پھر ہندوؤں کے قبضے میں چلا گیا اس کے بعد نصف صدی تک وجیانگر میں بہت نزاع و ابتری پھیلی رہی اور یہ اُس وقت دور ہوئی جب نرا سمبھا وزیر نے ۱۴۹۰ء میں تخت غصب کر لیا، اس سے قبل مسلمانوں نے ریاست وجیانگر سے گوا اور کونکن اور اُڑیسہ کے بادشاہ سے راج مندری اور کونڈاپلی کے علاقے چھین لئے، یہ دونوں علاقے ورنگل کے زوال پر اڑیسہ کے بادشاہ نے حاصل کئے تھے۔ مذکور ہے کہ سلطان محمد شمال کی جانب پوری اور جنوب کی طرف کانچی تک بڑھا چلا گیا تھا ابھی وہ کونڈاپلی میں تھا کہ ۱۴۸۱ء میں اس نے اپنے بے گناہ بوڑھے وزیر محمود گاواں کو قتل کرا دیا اس کے اس وحشیانہ فعل سے تمام امرا بگڑ گئے اور انھوں نے علم بغاوت بلند کیا اور اس طرح سے بہمنی خاندان کا خاتمہ ہوا اس بادشاہت کے کھنڈروں پر پانچ حکومتیں پانچ زبردست سرداروں کے تحت میں قائم ہوئیں اور اب رایا وجیانگر کو انہی سے واسطہ پڑا، یہ ریاستیں حسب ذیل تھیں۔ بیجاپور کی عادل شاہیہ، بیدر کی برید شاہیہ، برار کی عماد شاہیہ، احمد نگر کی نظام شاہیہ، اور گولکنڈے کی قطب شاہیہ، عادل شاہ نے ۱۴۸۹ء میں اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور بہت جلد وجیانگر سے ایک تازہ جنگ شروع ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ رایا نرا سمبھا نے دوآبہ رائچور چھین لیا تھا جو دوبارہ مسلمانوں کے قبضے میں جا چکا تھا، ۱۴۹۳ء کی معرکہ آرائی میں ہندو دوآبے سے نکال دیئے گئے۔ اس موقع پر پرتگیز واسکوڈی گاما کے تحت میں نمودار ہوئے اور جلد گوا اور دیگر مقامات پر مسلط ہو گئے ۱۵۰۹ء میں وجیانگر کا سب سے زبردست راجہ کرشن دیو سر پر آرائے سلطنت ہوا وہ پرتگیزوں پر مہربان تھا اس کی خواہش تھی کہ ان کے ذریعے ایرانی
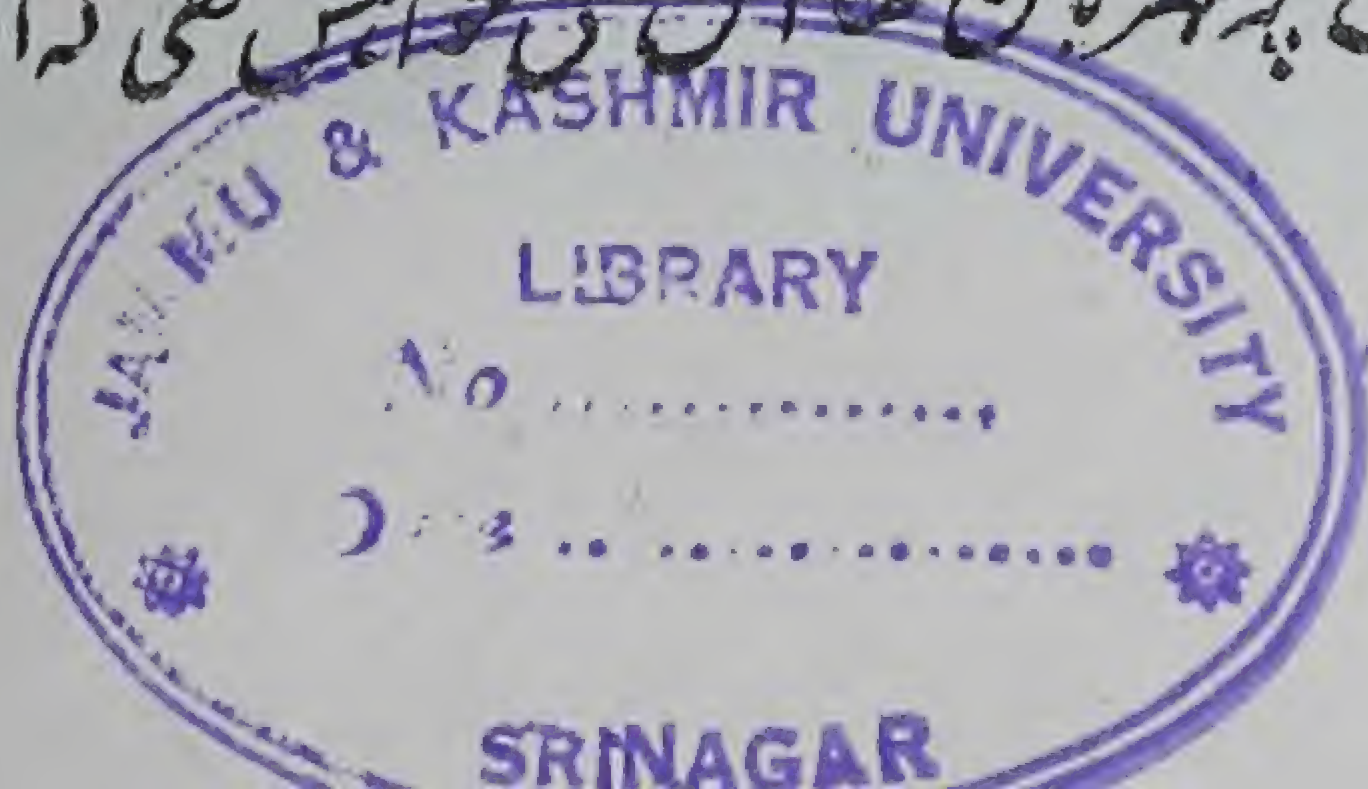
اور عربی گھوڑے فراہم کرے جو پرتگیزی جہازوں میں آتے تھے اور اپنے دشمنوں کو اس نعمت سے محروم رکھے، ۱۵۱۳ء میں کرشن دیو نے مکمل تیاری کر کے فتوحات پر کمر باندھی، میسور کی بغاوت فرو کرنے کے بعد اول اس کو یہ خیال ہوا کہ مشرقی ساحل پر بہت سے علاقوں کو فتح کر کے اپنی قوت کو مستحکم کرے ان مقامات میں سے چند تو شاہ اُڑیسہ نے فتح کر لئے تھے اور کچھ سلطان گولکنڈہ کے تسلط میں تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اس ارادے میں اس کو پوری کامیابی ہوئی اور باوجود ان تمام اختلافات کے جو ہم اس سے متعلق مسلمان مورخوں میں پاتے ہیں، گولکنڈے کے مقابلے میں زیادہ شواہد راجہ کی کامیابی پر دال ہیں ۱۵۲۰ء میں کرشن دیو نے عادل شاہ کی فوجوں پر ایک زبردست حملے کی تیاری کی اور فوج لے کر دوآبہ رائچور میں اُتر گیا پرتگیزی وقائع نگار نیونز جو ایک عینی شاہد معلوم ہوتا ہے بیان کرتا ہے کہ راجہ کی فوج میں سات لاکھ جنگ جو تھے اس نے عادل شاہ کو ایک سخت لڑائی میں ہزیمت دی اور رائچور پر قبضہ کر لیا؛

۳۴۷ کرشن دیو ۱۵۲۹ء یا ۱۵۳۰ء میں مرگیا اس کی جگہ اچیوت دیو ایک کمزور مگر ظالم شہزادہ تخت پر بیٹھا، اس کے تخت نشین ہوتے ہی ہندوؤں کو زوال شروع ہوا، دوآبہ رائچور ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور چند سال بعد عادل شاہ نے راجہ کو اس کے پایۂ تخت میں محصور کر لیا، اس نے زر کثیر ادا کر کے صلح حاصل کی، اچیوت دیو ۱۵۴۲ء میں فوت ہوگیا اور سلطنت رام، تِرمل، اور وینکاٹادری تین طاقتور بھائیوں کے ہاتھ میں چلی گئی جنھوں نے سلطنت کے اصلی وارث سداسیو کو مقید رکھا اور خود اس کے بجائے حکومت کرتے رہے۔ چند سال کے پُرآشوب زمانے کے بعد جس میں دکن کے مسلمان سلطان ایک دوسرے کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے رہے اور ہر ایک نے باری باری سے اپنے حریف کے خلاف وجیانگر سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کی، ہندو سلطنت کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا، رام رایا کے تکبر و نخوت نے اس کی ہمسایہ بادشاہتوں کو اس قدر

برہم کیا کہ دکن کے پانچوں سلطان اپنے تفرقے کو نظر انداز کر کے اپنے مشترک دشمن کے خلاف متحد ہونے پر رضامند ہو گئے، جنوری ۱۵۶۵ء میں تنگ بھدرا کے شمال میں دارالسلطنت کے قریب ایک مقام پر متحدہ فوجیں ہندو لشکر کے مقابل صف آرا ہوئیں اس مقام کو عام طور پر تالی کوٹ کہتے ہیں حالانکہ یہ میدان جنگ سے پچیس ۲۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اتحادیوں کو ہر موقع پر فتح ہوئی، رام رایا گرفتار ہو کر مارا گیا اور چند مستند بیانوں کے مطابق وینکاٹا دری نے بھی میدان جنگ میں جان دے دی لیکن یہ امر مشتبہ ہے۔ ترمل وجیانگر کو بھاگا غنیم نے بھی سخت پیچھا کیا، شاہی خاندان کے لوگوں نے تمام زر و جواہر جو کچھ ان کے ہاتھ لگا اکھٹا کیا اور شہر چھوڑ کر جنوب کی جانب پینو کونڈہ کو فرار ہو گئے۔ لڑائی کے بعد تین دن کے اندر مسلمان فوج غیر محفوظ شہر میں داخل ہوئی اور وہاں چھ مہینے قیام کیا، تمام شاہی محلات منہدم کر دیئے گئے[۵۱] اور شہر کو اس طرح تباہ و برباد کیا کہ وہ اس وقت سے ایک کھنڈر[۵۲] پڑا ہے اور اس طرح آخری ہندو مدافعانہ قوت کا خاتمہ ہوا۔

نتیجہ

وجیانگر کی تسخیر و تباہی کے بعد مسلمان ریاستوں کے باہمی نفاق اور حسد نے ان کو متفقہ عمل و کوشش سے باز رکھا، اور کئی سال تک جنوب کی فتح کی تکمیل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی اس زمانے میں وجیانگر کے

سنہ ۵۱ ڈاکٹر سید علی بلگرامی نے ثابت کیا ہے کہ بیجانگر سے مفرور ہوتے ہوئے ہندوؤں نے خود ہی شہر میں آگ لگا دی کہ مسلمان انکی عمارتوں سے متمتع نہوں، گوشت خاک باہم برباد رفتہ باشد،

سنہ ۵۲ ان کھنڈروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہیں کیسا شاندار اور عظیم الشان شہر آباد تھا ۱۲ -

فرمانرواؤں کے نمائندوں نے پہلے پینو کونڈا میں اور بعد کو ذرا اور جنوب کی جانب چندر گری میں پناہ لی اور مسلسل ایک صدی تک ہندو سیادت و سرداری کو قائم رکھا اور انہی کے ایک صوبہ دار سے انگریزی کمپنی نے ۱۶۳۹ء میں مدراس میں ایک قطعۂ زمین کی منظوری حاصل کی لیکن ان لوگوں کی سیادت برائے نام تھی، اور ان کے صوبوں کے حکام (جن کو وقتاً فوقتاً نائب السلطنت (وائسرائے) کے خطاب سے اعزار بخشا جاتا تھا) اور دیگر مقامی سردار بہت جلد خود مختار بن بیٹھے، ان میں سب سے زیادہ طاقتور مدرا کے نائک اور میسور کے وڈیار تھے لیکن ان کے علاوہ بہت سے چھوٹے چھوٹے سردار بھی تھے جو پالی گار کہلاتے تھے۔ ۳۴۸

اس اثناء میں بیجاپور اور گولکنڈے کے مسلمان بادشاہوں نے کرناٹک خاص (یا بالاگھاٹ) اور گھاٹوں کے جنوبی علاقوں میں اپنی طاقت کو وسعت دینا شروع کیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنی فتوحات کو مضبوط و مستقل کریں وہ خود ۱۶۸۷ء میں شہنشاہ اورنگ زیب سے مغلوب ہوئے۔ گولکنڈے کے مقبوضات ایک صوبہ دار دکن کی سیادت میں ایک نواب کرناٹک کے ماتحت رکھے گئے۔ کرناٹک کا پایۂ تخت ارکاٹ تھا۔ بیجاپور کے علاقوں پر قبضہ مستقل نہ ہوا۔ چونکہ ان کو مرہٹہ سپہ سالاروں نے فتح کیا تھا انکی حیثیت مرہٹہ ریاست تنجور سے زیادہ نہ رہی اور وہ بعد کو مرہٹہ یورشوں کا سبب ہوئے۔ مدرا کی ہندو حکومت ۱۷۳۶ء تک قائم رہی اور میسور کی ۱۷۶۱ء تک، تنجور اپنے نائک کے زیر فرمان تقریباً ۱۶۷۴ء تک رہا جبکہ سیواجی کے بھائی ایکوجی نے اُسے فتح کیا اور سیواجی نے بذات خود گوٹی، ولور اور اُن کے علاقوں پر قبضہ کیا، ایکوجی کی اولاد ۱۷۹۹ء تک تنجور میں حکمراں رہی۔ ۱۷۶۱ء میں حیدر علی نے میسور کو فتح کیا اور یہ علاقہ ۱۷۹۹ء یعنی ٹیپو سلطان کے انتقال تک مسلمانوں کے زیر حکومت رہا اسکے بعد تمام جنوبی ہند کی سیادت عملی طور پر برطانیہ کے ہاتھ میں آگئی۔

تمت

ضمیمہ متعلق باب ۸

ماخذ

کننگم صاحب کی رپورٹیں متعلق آثار قدیمہ ایک مخزن معلومات ہیں مگر کسی قدر بے ترتیب ہیں اور معلومات میں ہمیشہ صحت بھی نہیں پائی جاتی ہے۔ ونسنٹ۔ اے۔ اسمتھ کا اشاریہ جو ان رپورٹوں کے متعلق ہے اس میں ضروری حوالے موجود ہیں۔ عہد وسطی کی تاریخ کے متعلق سب سے زیادہ قابل غور پہلی۔ دوسری۔ تیسری۔ چھٹی۔ ساتویں۔ نویں۔ دسویں۔ گیارھویں۔ سترھویں اور اکیسویں جلدیں ہیں۔ رسالۂ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کی صدسالہ جلد میں ایک نقل شدہ وکتبوں کی ہے اور ڈف صاحب کی کتاب "سنین ہند" میں حوالے ان خاص مضامین کے دیئے گئے ہیں جو کتاب اپیگرافیا انڈکا اور انڈین انٹی کوری اور ایشیاٹک سوسائٹی بنگال۔ بمبئی۔ لنڈن۔ وائنا کے رسالوں میں تحریر ہوئے ہیں۔ اُن میں شاہی خاندانوں کے نسب نامے بھی ہیں۔ سکوں کی نسبت دیکھو کننگم صاحب کی کتاب ہند عہد وسطی کے سکے اور حوالہ جات جو راپسن کی کتاب ہندی سکوں میں بیان ہوئے ہیں۔ ذیل کے ملکوں کے بارے میں خاص خاص کتابیں ہیں

گجرات۔ فاربس صاحب کا راس مالا اور بمبئی گزیٹیر۔ تاریخ گجرات جلد ایک حصہ ایک۔ نیز بوہلر (Buhler) کی کتاب "Ueber das Leben des Taina-Monches Hemachandra"

کشمیر اور ارد گرد کی ریاستیں۔ اسٹائن صاحب کی ایڈٹ کی ہوئی کتاب۔ راجہ ترنگینی اور اس کا ترجمہ۔ اور اسٹائن صاحب کی کتاب

"Zur Geschichte der Sahi vou Kabul"

کماون۔ اٹکن سن صاحب کی تحریر مندرجہ گزیٹیر بابتہ ممالک مغربی وشمالی جلد گیارہ۔ حصہ دوم۔

نیپال۔ رائٹ صاحب کی تاریخ نیپال۔ بھگوان لال اندراجی اور بوہلر کی کتاب "نیپال کے کتبے" اور بنڈال صاحب کی "تاریخ نیپال" جو رسالۂ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابتہ سنہ ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی دیکھو ایس۔ لیوی کی کتاب "نیپال"۔

اودھ۔ اودھ گزیٹیر پرنٹ صاحب کا لکھا ہوا دیباچہ پروفیسر کانیل ہارن نے ایک فہرست سات سو کتبوں کی جو شمالی ہند سے حاصل کئے گئے کتاب ایپگرافیا انڈکا کی پانچویں جلد کے ضمیمے میں دی ہے لیکن یہ کل کتبات اُسی زمانے کے جس سے ہم کو یہاں بحث ہے نہیں ہیں۔

ذاتوں کی تاریخ پر یہ کتابیں خاص ہیں۔ نسفیلڈ کی کتاب "ممالک مغربی وشمالی و اودھ میں ذاتوں کا سلسلہ" ایبٹسن صاحب کی کتاب "علم الانسان کے لحاظ سے اہل پنجاب کے حالات" اور گیٹ صاحب کی کتاب رپورٹ مردم شماری بنگال بابتہ ۱۹۰۱ حصۂ اول جلد ششم۔ راجپوتوں کی اصل کے متعلق علاوہ گجرات گزیٹیر اور ایبٹسن کی کتاب کے جو اوپر بیان ہوئی دیکھو ایلیٹ صاحب کی کتاب "ممالک مغربی وشمالی کی اقوام"۔ کروک صاحب کی کتاب "ممالک مغربی وشمالی کی قومیں و ذاتیں" اور کتاب "راجپوتانہ گزیٹیر"۔ نیز دیکھو ڈاکٹر ہرنل کے مضامین جو ہند قدیم کے چند مسائل پر لکھے گئے ہیں۔ اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ (بابتہ سنہ ۱۹۰۷ء) میں شائع ہوئے ہیں صفحہ ۵۴۵۔ نیز رسالہ بابتہ ۱۹۰۴ صفحہ ۶۳۶۔ اور رسالہ بابتہ ۱۹۰۵ صفحہ ۱۔ اس مضمون پر یہ تحریریں نہایت قیمتی ہیں لیکن ابھی یہ مضمون بالکل ختم نہیں ہوا ہے۔ ٹاڈ صاحب کی کتاب راجستان کی بنیاد اسناد مابعد پر رکھی گئی ہے۔ اور سنہ ۱۲۰۰ء سے پیشتر کی جو باتیں اُس میں لکھی ہیں وہ زیادہ وقعت نہیں رکھتیں

مذاہب ہند۔ کی کتاب مصنفۂ بارتھ صاحب۔ ہندو ہندوازم (جدید مذہب ہنود) پر ایک عمدہ کتاب ہے۔ ہاپکنز کی کتاب مذاہب ہند عہد وید کے اور پبلک کے لئے عمدہ کتاب ہے لیکن جہاں مصنف نے ہندو مذہب سے بحث کی ہے وہاں حقیقت سے دور ہو گیا ہے۔ سنہ ۱۲۰۰ء کے بعد بدھ مذہب کی علامتیں دیکھنے کے لئے دیکھو رسالۂ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال جلد ۶۴ سنہ ۱۸۹۵ء کے صفحات ۵۵ تا ۶۸۔

مسلمان مصنفوں کی مستند کتابوں کے لیئے جو اُس زمانے سے تعلق رکھتی ہیں دیکھو البیرونی کا ہندوستان (ترجمہ ساخو) ایلیٹ کی تاریخ ہند جلد یکم و دوم - بہ گزنہ کا فرشتہ اور ڈاؤسن کی مقاریخ ہندوستان" چند واقعات ریناڈ کی کتاب "Relations des Voyages etc" اور اس کی تصنیف "Fragments arabes et persons relatifs a' L' Inde" میں بھی مذکور ہیں۔ لاسن کی انسائیکلوپیڈیا جلد سوم۔ اس میں کُل ایسے واقعات جو اس مضمون کے متعلق اُنیسویں صدی کے وسط میں معلوم تھے درج ہیں۔ اور مسٹر وی بلنٹ اسمتھ کی کتاب "قدیم تاریخ ہند" میں ہماری موجودہ معلومات کا خلاصہ دیا ہوا ہے ڈاکٹر ہرنل کے مضامین کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں جو رسالہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی بابتہ ۱۹۰۳ و ۱۹۰۴ و ۱۹۰۵ میں چھپے ہیں۔ اُن مضامین میں ڈاکٹر ہرنل نے قدیم تاریخ کی شکل اپنے خیال کے مطابق دوبارہ قائم کی ہے۔ اور اُسکو واقعات کے علم سے مزین کیا ہے۔ مضمون حاضرہ بد قسمتی سے ڈاکٹر ہرنل کے مضامین کے شائع ہونے سے پہلے لکھا گیا۔ لیکن راجپوتوں میں گوجروں کا میل ہو جانے کے متعلق جو کچھ بھی ہمارے خیالات ہوں اس میں شک نہیں کہ شمالی ہندوستان میں آٹھویں یا نویں صدی عیسوی میں کوئی شہنشاہی گورجارا کی نہ تھی۔ شہنشاہی خطابات کے اختیار کرنے سے یہ مطلب نہیں نکل سکتا کہ شہنشاہی اختیارات بھی حاصل تھے۔ لیکن ڈاکٹر ہرنل کے گورجارا شہنشاہ محض راجگانِ قنوج ہیں جنکا سلسلہ راجہ بھوج اول سے چلتا ہے۔ ان راجاؤں کے اختیارات بہت محدود تھے۔ ڈاکٹر ہرنل بھوج کے گمنام مورثانِ اعلیٰ کی اصل راجپوتانے سے بتاتے ہیں۔

تمت

صحت نامہ کتاب امپیریل گزیٹیر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۲۱	تکیبہ	تکیہ	۲۳	۱۷	سیتھوں	سیتھیوں
۵	۲۳	چھوٹے	جھوٹے	۲۴	۲۱	رمینوں میں	رمینوں
۶	۲۱	افھیات	افسانیات	۳۵	۲۳	ظیب	فلیٹ
،	۲۱	خوواد	خواہ	"	۲۰	قوت کو بڑھایا	قوت کو اس طرح بڑھایا کہ
۹	۲	روایات	روایت	"	۲۱	شکست دینے	شکست دی
۱۲	۵	۹۰۳	۹۰۲	۳۷	۱۱	ایک حکومت	اس حکومت
۱۵	۶	بتارہا	بنارہا	۳۸	۱۱	اعتراف ہے	اعتراف ہیں
۱۶	۳	مندر	یہ مندر	۴۱	۱۱	سیزا	سنیا
۲۱	۲۱	گئی تھی اسی نئی	گئی تھی (۲) نئی تہذیب	۵۱	۲۲	ہے بیلہ	ہے بید
۲۲	۱۹	۱۰۰۰ - ۱۱۳۵	۱۰۰۰ - ۱۰۳۵ء	۵۴	۲	پاردو راجہ	یادو راجہ